لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

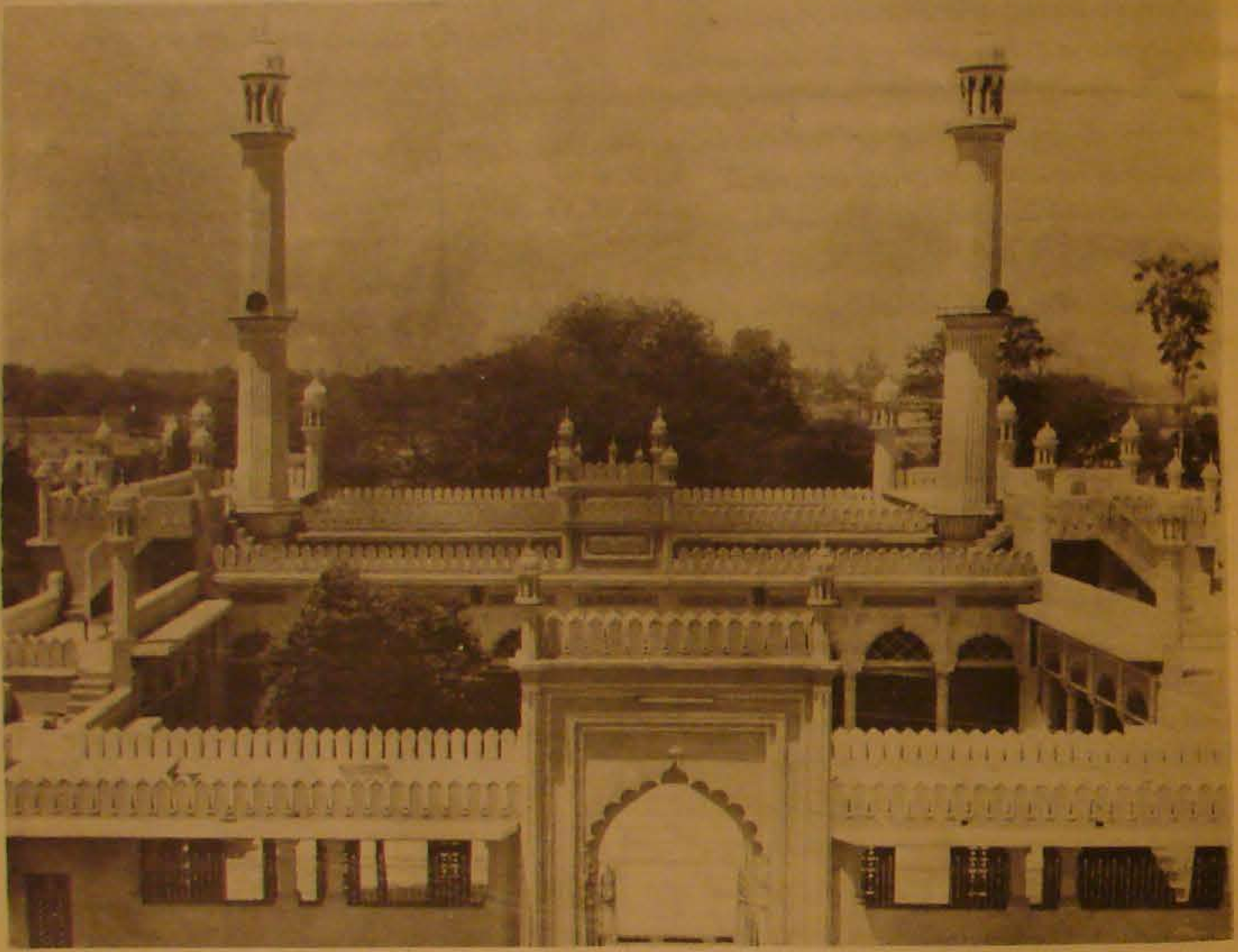

Regd No. LW/NP 56

Phone: 22948 / 29747

TAMEER-E-HAYAT

Fortnightly

(NADWATUL-ULAMA LUCKNOW-226007 (INDIA)

مطبوعات مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء ایک نظر میں

قصص النبیین	اول	۲/۷۵
"	دوم	۲/۲۵
"	سوم	۳/-
"	چہارم	۲/۵۰
القراءۃ الراشدہ	اول	-/۲۵
"	دوم	۳/-
"	سوم	۵/-
تمرین الصرف		۳/۵۰
تمرین النحو		۴/-
معلم الانشاء	اول	۳/-
"	دوم	۳/۵۰
"	سوم	۳/۵۰
[illegible]		۴/-
منثورات		۶/-
مختارات	اول	۶/۵۰
"	دوم	۷/۵۰
الادب العربی بین عرض ونقد		۶/-
العقیدۃ السنیۃ		۳/-

میزان و منشعب جدید	۱/۷۵
نحو میر	زیر طبع
رسالۃ التوحید	۶/-
الطریق الی المدینہ	۱۰/-
اُردو عربی ڈکشنری	زیر طبع
جزیرۃ العرب	زیر طبع
سیرت مولانا محمد علی مونگیریؒ	۱۲/-
رُوداد چمن	۱۵/-
ترانۂ ندوہ	-/۵۰
تذکرہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ	۴/-
صدر یار جنگ	۱۵/-
سوانح مولانا محمد یوسف	۱۵/-
محدثین عظام	۱۰/-
صحبتے با اولیاء	-/۵۰
طالبان علوم نبوت کا مقام	-/۶۰
اسلام کی تعلیم	-/۴۰
نصیحۃ المسلمین	-/۷۵
قادیانیت	۶/-

سند ختم نبوت ۳/۲۵

مکمل مطبوعات مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اسلام کیا ہے؟	۳/۵۰
اسلام اور عصر حاضر	۶/-
آپ حج کیسے کریں؟	۲/-
اسمٰعیل شہید اور معاندین کے الزامات	[illegible]
آسان حج	۱/۲۵
ارکان اربعہ	۱۵/-
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر	۱۲/-
اسلام اور غیر اسلامی تہذیب	۹/-
اسلامیات پر انگریزی لٹریچر	-/۵۰
برکات رمضان	-/۷۵
[illegible] فتنہ کا نیا روپ	۳/۵۰
تذکرہ مجدد الف ثانیؒ	۳/-
تجلیات مجدد الف ثانیؒ مکتوبات کے آئینہ میں	
تذکرہ حضرت رفاعیؒ	۷/-
تاریخ دعوت و عزیمت کامل	۴۰/-
جب ایمان کی بہار آئی	۱۲/-
ایمان و شریعت	۵/-
دریائے کابل سے دریائے یرموک تک	۱۴/-
سوانح حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ	۱۰/-
سیرت خلفائے راشدینؓ	۶/-
سفرنامہ حج	۲/۵۰
شریعت یا جہالت	۱۲/-
صحبتے با اہل دل	۸/-
مذہب اور سائنس	۱۲/-

طوفان سے ساحل تک		۲/-
عالم عربی کا المیہ		زیر طبع
علم جدید کا چیلنج		
[illegible] انسائیکلوپیڈیا		۲۵/-
فریب تمدن		۱۲/-
فیصلہ کن مناظرہ		۲/۵۰
قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟		۴/-
قادیانی کیوں مسلمان نہیں اور مسئلہ نزول مسیح و حیات مسیح		۳/-
قادیانیت		۶/-
کلمۂ طیبہ کی حقیقت		-/۷۵
معارف الحدیث	کامل	۸۶/-
معارف الحدیث	اول	۱۳/۵۰
"	دوم	۱۳/۵۰
"	سوم	۱۶/-
"	چہارم	۱۲/۵۰
"	پنجم	۱۵/-
"	ششم (مجلد)	۱۵/-
مکتوبات خواجہ معصومؒ		۴/-
ملفوظات مولانا الیاسؒ مجلد		۳/۵۰
منتخب تقریریں		۶/-
مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت		۵/-
معرکۂ ایمان و مادیت		۵/-
مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں		۶/-
مسلم پرسنل لاء اور اسلام کا عائلی نظام		زیر طبع

چند قابل مطالعہ کتابیں

رُوداد چمن

ندوۃ العلماء کے ۸۵ سالہ جشن تعلیمی کی مفصل رُوداد

مرتبہ مولانا محمد الحسنی ندوی

○ ایک دستاویز ○ ایک کہانی ○ ایک پیغام

سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کی مکمل و مستند سوانح حیات

قیمت مجلد ۱۵/-

دو ہفتے مغرب اقصیٰ میں

مولانا کے سفر مغرب اقصیٰ مراکش کے تاثرات کیفیات و مشاہدات کا ایک قلمی مرقع۔ نیز تاریخ مراکش پر ایک تاریخی جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

قیمت صرف ۶/-

نئی دنیا (امریکہ) میں صاف صاف باتیں

دورۂ امریکہ و کینیڈا (مئی جون ۱۹۷۷ء) کے موقع پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی اہم تقریروں اور خطبات کا فکر انگیز مجموعہ مغربی تہذیب، امریکی معاشرت کا جائزہ، تجربہ و مطالعہ امریکہ کے مقیم مسلمانوں کے بارے میں مشورے

قیمت صرف ۷/-

زر اشتراک اندرون ہند مع محصول ڈاک:
سالانہ: ۱۲ روپے۔ ششماہی: سات روپے
فی پرچہ: ۶۰ پیسے
بیرون ہند مع محصول ڈاک:
بحری ڈاک سے: ایک پاؤنڈ ۵ شلنگ
ہوائی ڈاک سے: امریکہ و کناڈا اور یورپین ممالک:
۳ پونڈ
افریقہ، مشرق وسطی اور مشرق بعید کے ممالک ۲½ پونڈ
پاکستان: ۳۰ روپے ـــ بنگلہ دیش: ۱۵ روپے

لکھنؤ
تعمیر حیات
پندرہ روزہ
شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم، ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۱۵ | ۲۵ رجون ۱۹۷۸ء ـــ ۱۷ ررجب ۱۳۹۸ھ | شمارہ نمبر ۱۶

اسحٰق جلیس ندوی

علماء اور ذہنی قیادت

برصغیر ہند و پاک اور بنگلہ دیش میں ہزاروں دینی مدارس ہیں، جہاں سے ہر سال کثرت سے علماء نکلتے ہیں، ان علماء کی دینی اور علمی خدمات، دعوت و تبلیغ میں مساعی اور اسلامی شریعت کی ترویج و اشاعت میں کوشش و جد و جہد کے اعتراف کے باوجود عصر حاضر میں ذہنی، سماجی اور ملکی قیادت کے میدان سے ان کے تغافل و بے نیازی اور بے دخلی کا خمیازہ پوری ملت کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔

قیادت کا یہ مقام ادب، صحافت اور سیاست کے میدان میں موثر کردار ادا کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے، ادب، صحافت اور سیاست کے میدان پر وہ طبقہ چھایا ہوا ہے جس کا ذہن غیر دینی تعلیم و تربیت کے سانچے میں ڈھلا اور دین مخالف ماحول میں پروان چڑھا ہے۔

یہ گروہ نام کی حد تک تو مسلمان ہے لیکن دل و نگہ کی مسلمانی کی تہمت سے پاک، ذہنی قیادت کے تمام ذرائع اور وسائل پر یہ حاوی ہے اور جس رخ پر چاہتا ہے قوم کو ہانک لے جاتا ہے۔

علماء کے ہاتھ سے ملت کی قیادت کی باگ ڈور چھین لینے میں مغربی استعمار کی منصوبہ بند سازش، علماء کو بے وقعت، کم فہم، زمانہ ناشناس ثابت کرنے کی انگریزوں کی مہم نے ۱۸۵۷ء کے بعد بتدریج علماء کا اعتماد نئی نسل کے ذہن سے اٹھا دیا۔ حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ انگریزوں کے ہاتھوں تراشیدہ نام نہاد مسلمان ملت مسلمہ کے قائد بن بیٹھے۔ رہی سہی کسر ہماری غفلت نے پوری کر دی، ہم نے اپنے نظام تعلیم کا اس نقطۂ نظر سے جائزہ لینے کی ضرورت محسوس نہیں کی جس کے ذریعہ علماء کو ذہنی قیادت کا مقام حاصل ہوتا اور قوم ان کی قیادت میں اپنی نجات و فلاح کو مضمر سمجھتی۔

نئی نسل کو علماء سے کاٹنے کی کوشش و سازش ناکام ہو جاتی اگر ہمارے ادارے . . . ادب و صحافت اور حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھنے والے افراد کی ایک معتدبہ تعداد پیدا کرتے جو وقت کی زبان و اسلوب میں اپنا نقطۂ نظر پیش کرتے۔ ذرائع ابلاغ پر ان کا قبضہ ہوتا، سیاسی ہنگامہ آرائی سے دور رہ کر بھی وہ سیاست کے مد و جزر پر گہری نظر رکھتے اور اس میدان میں اپنے تربیت یافتہ لوگوں کو اتارتے، سیاست میں مہم جو، جذباتی ناعاقبت اندیش طالع آزما اور اپنے ذاتی اغراض کے لئے پوری قوم کو جوئے پر لگانے والے لیڈروں کے لئے گنجائش نہ رہتی۔

صحافت پر اس بے ضمیر طبقہ کا قبضہ نہ ہوتا جو سیاہ کو سفید بنانے اور قلم کی آبرو بیچنے پر ہمہ وقت تیار رہتا ہے، جس کی غیر ذمہ داری اور ناقص معلومات پر اپنے ماتم کرتے اور اغیار مضحکہ اڑاتے ہیں۔

ادب ان لوگوں کا اجارہ نہ بنتا جو "خاص وردی" پہن کر افکار و خیالات کو درآمد کر کے، ذہن کو مسموم بنا کر، ہر بے ادبی کو ادب کی صنف قرار دیتے ہیں، جو ادب کو ذہن و فکر کی تطہیر کا ذریعہ اور عوامی احساسات کا ترجمان سمجھنے کی بجائے مخصوص سیاسی اور مادی نظریات کے پرچار کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں، جن کے نزدیک دینی اور اخلاقی قدروں کا نام رجعت پسندی اور اخلاقی بے راہ روی، فکر و عمل کی آزادی کا نام ترقی پسندی ہے۔

ہمارا معاشرہ جس انتشار کا شکار اور قوم جس قیادت کی منتظر ہے اس کا احساس ہمارے علماء اور دینی مدارس کے ذمہ داروں میں پیدا ہو جائے تو ایک ایک لمحہ کو وہ قیمتی سمجھ کر اپنی صفوں کو درست کرنے میں لگ جائیں ـــ کاش! ایسا ہوتا ـــ

جامعۂ محمدیہ
اور جامعۃ الصالحات مالیگاؤں

مہاراشٹر کے صنعتی شہر مالیگاؤں میں ۳۰ راپریل و یکم مئی ۱۹۷۸ء کو جمعیۃ اہلحدیث ایجوکیشنل سوسائٹی بمبئی کے زیر اہتمام ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ملک اور بیرون ملک کے علماء نے شرکت کی، اس کانفرنس کا افتتاحی اجلاس الشیخ محسن بن عباد وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی کی صدارت میں ہوا، اس موقع پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء کی تقریر بھی ہوئی (یہ تقریر گذشتہ شمارہ میں شائع ہو چکی ہے)۔

اس دو روزہ کانفرنس کے موقع پر جامعہ محمدیہ کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا، جو شہر سے متصل ایک وسیع آراضی میں ہے۔

۲۹ راپریل کو اسی شہر میں طالبات کی درسگاہ جامعۃ الصالحات کا دسواں سالانہ جلسہ ہوا، جامعۃ الصالحات کی نئی عمارتوں، ہوسٹل اور درسگاہ کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے، لڑکیوں کے اس مدرسہ نے تھوڑی مدت میں خاصی ترقی کی۔ مولانا اور ان کے رفقا کی مدرسہ ملت اور مدرسہ بیت العلوم میں بھی حاضری ہوئی۔

رابطۂ عالم اسلامی نے . . . .

فقۂ اسلامی کی تدوین و تشکیل کے لئے ایک کمیٹی بنائی ہے

جو عالم اسلام کے ممتاز علماء، ماہرین فقہ و قانون اور دانشوروں پر مشتمل ہے۔

اس کمیٹی میں پاکستان سے مولانا عبد القدوس ہاشمی ندوی اور ہندوستان سے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو شریک کیا گیا ہے۔

سرورق پر تصویریں: اوپر: دار العلوم ندوۃ العلماء کی عالیشان مسجد کا بیرونی منظر
نیچے: مدرسۂ ابتدائی و ثانوی (معہد دار العلوم ندوۃ العلماء)

تعلیم القرآن

از: مولانا محمد اویس ندوی مرحوم

بات چیت کا ادب

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (بقرہ ۱۰) اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپس میں جب باتیں کی جائیں، تو اچھی باتیں کی جائیں، اچھے انداز سے ہو، بولنے کا لہجہ نرم ہو، بات میں سختی نہ آنے پائے، جس سے باتیں کی جائیں اس کے مرتبہ کا لحاظ رکھا جائے، بڑوں سے ادب کے ساتھ اور چھوٹوں سے محبت اور پیار کے ساتھ بات کرنا چاہیے، زبان سے ایسی بات نہ نکالی جائے جس میں کسی پر طعن ہو، یا جس سے کسی کی ذلت ہو! خدا فرماتا ہے:

وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ۔ (حجرات ۷) اور نہ تم آپس میں ایک دوسرے کو طعن دو اور نہ چڑھ کا نام لے کر پکارو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان نہ طعنہ دیتا ہے، نہ لعنت بھیجتا ہے، اور نہ بد زبانی کرتا ہے! فرمایا جو اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے وہ کہے تو اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے!

حضرت حارث بن ہشام نے حضورؐ سے کہا کہ کوئی ایسی چیز بتائیے جس کا میں پابند ہو جاؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کو قابو میں رکھو۔

فرمایا، اچھی بات بھی صدقہ ہے۔

بے شرمی کی باتوں سے بچنا چاہیے، انصاف اور سچائی کی گفتگو کرنا چاہیے! بات میں جلدی نہ کرنا چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپ کے الفاظ کو گننا چاہتا تو گن سکتا تھا!

جب چند لوگوں کے سامنے بات کہی جائے تو سب کی طرف توجہ رہے، ٹھہر ٹھہر کر ہر ایک کی طرف منہ کیا جائے تاکہ دوسروں کو شکایت نہ پیدا ہو۔

گفتگو مختصر الفاظ میں کرنا چاہیے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ مختصر گفتگو کروں، کیونکہ اختصار بہتر ہے۔

عورتیں جب غیر مردوں سے بولیں تو بات اور لہجہ میں لوچ نہ ہو۔

بات کی جائے تو آہستگی کے ساتھ بے موقع چیخ چیخ کر باتیں کرنا حماقت کی نشانی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو بہت میٹھی ہوتی تھی، آپ بہت ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے

سلام کا ادب

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا۔ (نساء ۱۱) اور (مسلمانو) جب تم کو کسی پر سلام کیا جائے تو تم (اس کے جواب میں) اس سے بہتر (طور پر) سلام کرو یا (کم سے کم) ویسا ہی جواب دو۔

مسلمان جب ایک دوسرے سے ملیں تو "السلام علیکم" (تم پر سلامتی ہو) کہیں، اس سے برکت ہوتی ہے، آپس میں محبت بڑھتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہو گے جب تک ایمان نہ لے آؤ، اور اس وقت تک ایمان نہ لے آؤ گے جب تک آپس میں محبت نہ کرو گے! میں تم کو ایک ایسی بات بتاتا ہوں کہ جب تم اس کو کرو گے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے، اور وہ یہ ہے کہ "سلام کو پھیلاؤ" سلام کرنے کے لئے جانے اور انجان بڑے اور بچہ کا فرق نہیں، ہاں ادب کے خیال سے چھوٹا بڑے کو، گذرنے والا بیٹھنے والے کو، اور چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرے، سوار کو پیدل چلنے والے کو سلام کرنا چاہیے۔

گھر میں جانے کے وقت بیوی بچوں کو سلام کرو،
مجلس سے اٹھ کر جاتے وقت بھی لوگوں کو سلام کرو،
جس کو سلام کیا جائے اس کے لئے ضروری ہے کہ سلام کا جواب اسی طرح یا اس سے اچھے طریقے سے دے! یعنی سلام کرنے والے نے جو الفاظ کہے ہیں ان پر اور مناسب لفظوں کو زیادہ کر دے۔!!

محسنِ انسانیتؐ نے فرمایا

اسلام میں حکومت کا سب سے زیادہ نااہل شخص وہ ہے جس میں اقتدار کی سب سے زیادہ ہوس ہو۔

عن ابی موسیٰ قال دخلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا و رجلان من بنی عمی فقال احدھما یا رسول اللہ امّرنا علی بعض ما ولاک اللہ وقال الآخر مثل ذلک فقال انا واللہ لا نولی علی ھذا العمل احداً سالہ ولا احداً حرص علیہ وفی روایۃ قال لا نستعمل علی عملنا من ارادہ۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۰)

ترجمہ: ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں تھا اور میرے ساتھ میرے دو چچا زاد بھائی تھے۔ ان میں سے ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمراں بنایا ہے اس کے کسی حصہ پر ہمیں بھی حاکم بنا دیں اور دوسرے نے بھی یہی درخواست کی اس پر آپ نے ناگواری سے فرمایا خدا کی قسم جو شخص بھی ہم سے حکومت کا طلبگار ہو گا یا اس پر حریص نظر آئے گا ہم اس کو ہرگز حاکم نہیں بنائیں ایک روایت میں یوں ہے جو شخص خود کارندہ بننے کا طالب ہو ہم اس کو اپنا کارندہ مقرر نہیں کریں گے۔

عن عبد الرحمٰن بن سمرۃ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسأل الامارۃ فانک ان اعطیتہا عن مسئلۃ وکلت الیہا وان اعطیتہا عن غیر مسئلۃ اعنت علیہا۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۰)

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نصیحت فرمائی کہ دیکھنا حکومت کی خواہش کبھی نہ کرنا کیونکہ اگر خود سوال کرنے کے بعد تم کو حکومت مل گئی تو خدائی اعانت تمہارے ساتھ نہ ہو گی اور تم کو خود ہی سنبھالنی پڑے گی اور اگر بے مانگے ملی تو اس کے نظام میں خدا تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا۔

شرح: اس حدیث سے اوپر کی حدیث کی شرح خود بخود سمجھ میں آ جاتی ہے اور یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ جو شخص خود طالب حکومت ہو اس کو شرعاً حاکم بنانا کیوں ناپسندیدہ سمجھا گیا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حکومت اتنی بڑی ذمہ داری ہے جس کو انسان اپنے ضعیف ہاتھوں سے کبھی انجام نہیں دے سکتا جب تک کہ اس کی پشت پر خدائی طاقت نہ ہو اس کو صرف ایک مولویانہ بات نہ سمجھیے بلکہ کسی جہاز کے کپتان سے پوچھ کر دیکھ لیجیے جو قسم قسم کے آلات کے باوجود جب سمندر میں اپنے جہاز کو چلاتا ہے تو اس کا تعلق خواہ کسی مذہب سے ہو مگر اس کی نظر ہمیشہ قدرت الٰہیہ پر لگی رہتی ہے کیونکہ اپنی آنکھوں سے وہ یہ دیکھتا رہتا ہے کہ اب اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کی اتنی بڑی زبردست مخلوق کے ساتھ ہے کہ اس کے بڑے سے بڑے جہاز کی حیثیت اس کے مقابلہ میں ایک تنکے کے برابر بھی نہیں بیشک وہ آلات کے ذریعہ یہ پہچان لیتا ہے کہ طوفان فلاں سمت سے آ رہا ہے اور کتنی رفتار کے ساتھ آ رہا ہے لیکن ابھی تک کوئی آلہ ایسا ایجاد نہیں ہوا جو اس آنے والے طوفان کا رخ اس کے جہاز کی جانب سے بدل کر دوسری جانب کر سکے اس لئے وہ جانتا ہے کہ ہر قسم کے آلات کے باوجود نجات مشکل ہے اور اس لئے اس کی نظر ہمیشہ زبردست قدرت پر لگی رہتی ہے، اسی طرح جو شخص حکومت کو از خود طلب کرتا ہے اس کو سمجھنا چاہیے کہ وہ کتنی مختلف طبائع اور کتنے مختلف المزاج لوگوں کی ذمہ داریاں اٹھا سکتا ہے اور اکثر حالات میں ممکن ہے بالخصوص ہمارے دور میں کہ کسی سمت سے بھی اور کسی وقت بھی اچانک انسانوں کے جذبات کا طوفان اٹھ کھڑا ہو تو کیا اس کے دست و بازو میں اتنی طاقت ہے کہ وہ اس کا مقابلہ خود کر سکتا ہے۔

اسلامی قانون میں ظاہری نظام کے ساتھ ہر ہر موقع پر اس کا رشتہ کہیں باطنی نظام سے کٹا ہوا نظر نہیں آئے گا اور یہی مسلمانوں کی اور اسلامی قانون کی بڑی روح ہے جو آج ہمارے موجودہ دماغوں سے نکل چکی ہے مثلاً آفتاب اور ماہتاب کا طلوع اور غروب ہونا یہ قدیم فلسفہ میں حرکت فلک اور خود ان سیارات کی حرکت کا نتیجہ تھا اور موجودہ زمانہ میں یہ سب کچھ زمین کی حرکت سے متعلق ہے، اسلامی نقطۂ نظر میں ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک جانب پر زور نہیں دیا گیا لیکن یہ ضرور بتایا گیا ہے کہ اتنے بڑے بڑے سیارات خواہ کتنے ہی اسباب ظاہری کے ساتھ مربوط نظر آئیں لیکن باطنی نظر میں ان پر خدا کا ایک زبردست فرشتہ بھی مقرر ہوتا ہے جس کے ہاتھوں میں وہ مسخر ہوتے ہیں۔

ملاحظۂ فکریہ

بے مقصد و آوارہ، آوارہ و ناکارہ

مولانا عبد الملک الجامعی و المدنی

★

ان بچوں کو جو گھر میں کسی کی نہیں سنتے، کوئی کام نہ کاج واہی تباہی پھرتے ہیں۔ ہم آوارہ کہتے ہیں اسی طرح وہ آدمی بھی جن کا جسمانی اور ذہنی طور پر کوئی ٹھکانا نہیں ہوتا، آوارہ کہلاتے ہیں آوارگی دراصل ایک بے مقصد زندگی کا نام ہے چاہے کسی بچہ میں ہو یا بڑے میں، اور یہی بے مقصدی کسی قوم میں پائی جائے تو اس کو بھی آوارہ کہیں گے معاف فرمائیں اگر یہ کہوں کہ مدت سے یہ کیفیت امت مسلمہ پر طاری ہے، اس کا کوئی مقصد ہے نہ ہدف نہ منزل ہے نہ مقصود، بقول شخصے

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر ایک راہ رو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہ بر کو میں

راہ بر کو کیا پہچانیں جب اسے منزل ہی کی خبر نہیں۔ کیا دنیا کی دوسری قوموں کا بھی یہی حال ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں، آپ اپنے ہم وطنوں کو لیں مسلمان کا جھوٹا پینا ان کے یہاں حرام ہے، اس کا ہاتھ کسی برتن کو لگ جائے تو مٹی سے اس کو مانجھنا ضروری ہے، میں نہیں کہتا کہ نفرت اس کا مذہب تھا، لیکن ہاں مسلمان اور ہریجن کو ناپاک جاننے کے دھرم سے آپ بھی انکار نہیں کرسکتے۔ یہ اس کا ایک ملی شعار تھا، ہزار برس آپ نے حکومت کی مگر اس نے اپنے شعار کی ایسی مضبوطی سے حفاظت کی کہ بالآخر محکوم سے حاکم بن گئی، یہود کا بھی ایک مذہب تھا جس کو وہ کسی آن بھولتا نہیں تھا وہ تھا ہیکل سلیمانی کی واپسی، دو ہزار برس یہ لوگ اس کو روتے رہے اور رو رو کر مانگتے رہے ان دو ہزار برس میں کبھی ایک دن بھی غافل نہیں ہوئے آخر حاصل کر لیا، کامیاب ہو گئے۔ رہے نصرانی یعنی عیسائی۔ اسلام کے بعد سب سے بڑا مذہب یہ لوگ تو اپنے مقاصد میں اتنے پختہ اور ایسے سرگرم ہیں کہ ان کا کوئی مقابلہ ہی نہیں کر سکتا، تجارت کے نام سے ہندوستان میں داخل ہوئے طبابت (ڈاکٹری) کے ذریعہ سکہ جمایا، اور پھر اس کو استحکام حکومت کے کام میں لائے یہاں تک سلطنت کی نوبت آگئی، آپ اب تک یہ سمجھتے ہیں یہ سلطنت ملک و مال کی ہوس میں تھی، ایسا نہیں، اگر تحقیق و تدقیق فرمائیں تو یقین آجائے گا کہ یہ لوگ صادق تھے مخلص تھے اپنے ملی اور قومی مقاصد کے لئے اور وہ مقصد تھا عیسائیت کا فروغ و انتشار، آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد سلطنت قائم ہوتے ہی ہندوستان میں کس زور کی آندھی آئی تھی اور کس غضب کا طوفان اٹھا تھا نصرانیت اور عیسائیت کا، بازاروں اور گلیوں میں چوراہوں پر اور گرجوں میں دھواں دھار تقریریں ہوتی تھیں اور ہزاروں اس لپیٹ میں آگئے تھے اور اب تو لاکھوں اور کروڑوں ہیں، علاوہ اس "ڈائرکٹ ایکشن" براہ راست عمل کے، یہ اسپتال یہ اسکول یہ کالج، گاؤں گاؤں اور شہر شہر، یہ آخر کیا تھے، یہ عیسائیت کا اڈا نہیں تھے اور کیا نہیں ہیں، اسپتالوں کے ڈاکٹر ہوں یا نرسیں، اسکولوں کے ماسٹر ہوں یا کالجوں کے پروفیسر پڑھنا پڑھانا سیکھنا سکھانا، علاج معالجہ سب بعد کی چیزیں ہیں سب سے پہلی، بنیادی، اساسی چیز عیسائیت کو دل میں اتارنا، حتی کہ وہ تجارت جو دنیا کے چپہ چپہ پر پھیلی ہوئی ہے اس کی اصلی اور بنیادی غرض بھی عیسائیت کا فروغ ہے اور یہی وجہ ہے اس کے اخلاق کے عالی اور گرامی ہونے کا، جس کی مدح و ثنا میں ہماری زبانیں خشک ہوتی ہیں، اور نہیں جانتی ہیں ان کا سب سے بڑا جال ہے خفیہ سوسائٹیاں عالی مقام مستشرقین اور تمام مذہبی ادارے جو اپنی اپنی جگہ اب کام کر رہے ہیں ان سب وسائل مخفیہ کے علاوہ ہیں جو انسان کو اندر ہی اندر ان کی طرف مائل کر دیتے ہیں مخفیہ اس لئے کہا کہ یہاں وہ در پردہ ہی کام کرتے ہیں اور ادارت میں علی الاعلان ہیں پچیس سال پہلے ڈھاکہ میں ایک نوجوان نے بتایا کہ یہ لوگ مجھے دس ہزار نقد دے رہے ہیں اور شادی کا حتمی وعدہ کرتے ہیں، یہ ایک معمولی نوجوان تھا، اچھی پوزیشن کے لڑکوں پر لاکھوں خرچ کرنے میں کب تکلف ہوتا ہوگا۔ "ریڈ کراس" (صلیب احمر) کی دھوم ساری دنیا میں کیوں مچی ہوئی ہے، آپ سمجھتے ہیں یہ سب فرشتے ہیں آسمان سے اتر آئے ہیں آپ کی بے لوث خدمت میں لگے ہوئے ہیں، آپ کو خبر نہیں اس کا احمر (لال) آپ کا خون چوسنے کے لئے ہے اور اس کی صلیب آپ کے ایمان کو پھانسی دینے کے لئے۔

بنگلہ دیش اور پاکستان میں تو ان کو وہ فروغ حاصل ہوا ہے کہ باید و شاید، صلیب کا ذکر آئے تو عرض کروں یہ ان کا سب سے بڑا شعار ہے اور یہی سب سے بڑی علامت ہے اس بات کی کہ وہ کبھی اپنے مقصد وجود سے غافل نہیں ہوتے، آپ حیران ہوں گے کہ چھوٹی سے چھوٹی کیل اور ننھے سے ننھے پنچ سے لیکر بڑے بڑے ہوائی جہاز اور راکٹ تک کوئی چیز ایسی نہیں ہوتی جس پر اس کی چھاپ لگی ہوئی نہ ہو، ان کا آرٹسٹ اپنی فنی مہارت کو اس کے بنانے میں اس طرح استعمال کرتا ہے کہ آپ پہلی کیا دوسری تیسری نظر میں بھی اس کو پہچان نہیں سکتے، اور جب پہچان جائیں گے تو حیران رہ جائیں گے، ہندوپاک کا حال مجھے معلوم نہیں لیکن یہاں عربی ممالک میں جہاں خود کوئی چیز بنائی ہی نہیں جاتی، کھانے کی رکابیاں، چائے کی پیالیاں، قابیں، طشتریاں، چینی گلاس، قہوہ کے فنجان، حلوے کے ڈبے حتی کہ شکر گھولنے کے لئے چھوٹے چھوٹے چمچے بھی اپنے وجود کے مطابق نہایت نمایاں، شاندار اور بہت خوبصورت صلیبوں کے ساتھ صادر (امپورٹ) ہوتے ہیں ذوق و شوق کے ساتھ خریدے جاتے ہیں، جو ہیں ساری دنیا کا مسلمان خریدتا ہے، ناز کرتا ہے فخر کرتا ہے اور گھر کی الماریوں اور طاقوں کو ان سے سجاتا ہے، یہ تو برتنوں کی بات تھی، یوں استعمال کی کونسی چیز ہے جو اس سے خالی ہو، گھڑیوں کو لیجئے ایک گھڑی تو کہلاتی ہی "ابو صلیب" (صلیب والی) ہے اور شاید سب سے زیادہ وہی فروخت ہوتی ہے اور باقی کوئی گھڑی ایسی نہیں ملے گی جس کے اندر یا باہر خصوصیت سے بنائی ہوئی صلیب موجود نہ ہو میں نے ایک دوست کو توجہ دلائی، بات سمجھ میں آگئی اس نے سارا مال سوئزر لینڈ واپس کر دیا، ہزاروں کا نقصان اٹھایا مگر گیا ہوا کہ اس نے ان کی اجازت ہی سے صلیب کی بجائے "لا" (ڈبلیو) کا نشان بنا کر بھیج دیا، ڈبلیو ایس "S" کی طرح ان خاص نشانات میں سے ہے جو شعار نصرانیت کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں، اور اب تو ان ہی گھڑیوں پر اتنی بڑی صلیب بن کر آرہی ہے کہ خود گھڑی اس سے شرماتی ہے۔ مگر کمال آرٹسٹ کا یہ ہے کہ لوگ اس کو صلیب نہیں سمجھتے۔ الا یہ کہ ان کو جتلا یا جائے۔

خلاصہ کلام یہ کہ عیسائی قوم کا ایک ملی مقصد ہے، عیسائیت کا فروغ ہر وسیلہ اور ہر طریق سے۔ وہ ایک پل جانے میں بھی اپنے مقصد کو فراموش نہیں کرتی۔ بچہ ہو یا بڑا، غلام ہو یا بادشاہ۔ آپس کے ہزار ہا اختلافات کے باوجود اس مشترک مقصد حیات سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔

مغربی جرمنی نے کیسنجر کو سب سے بڑا اعزاز عطا کیا ہے، وہ کیا ہے "صلیب کبیر" (بڑی صلیب) جان کینیڈی کی مشہور بیوہ کے شوہر جدید کے لڑکے کا جب انتقال ہوا تو سب سے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ اس کو فلاں خاص گرجا گھر میں دفن کرنا ہے۔ اس کے معنی ہیں ان کے یہاں لا مذہب کبھی کوئی ہوتا ہی نہیں، سب مذہبی ہوتے ہیں اور سب عیسائی ہوتے ہیں، اعزاز و انعام پر یاد آیا کہ ہمارے یہاں بھی سب سے بڑا اعزاز و انعام صلیب کی شکل میں ہوتا تھا۔

"وکٹوریہ کراس" (وکٹوریہ والی صلیب۔ اب بھی اگر پرانے سکوں کو دیکھیں تو صاف نظر آئے گا کہ وکٹوریہ اور جارج پنجم دونوں کے تاج پر صلیب بنی ہوئی ہے اسی طرح الزبتھ کے سکوں پر، اور ڈاک کے ٹکٹوں پر، اور یہ تاج برطانیہ کی قید نہیں ساری عیسائی بادشاہوں کے تاج پر صلیب موجود ہے اور ہاں ایک دن آپ یورپ کے ممالک کے قومی فلیگ (جھنڈے) کی تصویریں سامنے رکھیں ان میں شاید ایک جھنڈا بھی ایسا نہیں ملے گا جو صلیب سے نہیں بنایا گیا ہے خود انگریزی جھنڈا "یونین جیک" سکۂ و سلطنت اس کے سایہ میں رہے ہیں صلیب سے نہیں بنا تو کس چیز سے بنا ہے؟؟

پرنٹر، پبلشر، مسؤل سید محمد حسنی نے جے۔ کے آفسیٹ پرنٹنگ دہلی میں طبع کرا کر دفتر "تعمیر حیات" ندوہ لکھنؤ سے شائع کیا۔

اڈیٹر: اسحٰق جلیس ندوی

سُود ——— چند تجربات
چند عبرت انگیز واقعات

محمود شیت خطاب ——— ترجمانی: محمد الحسن ندوی

★

"یمحق اللّٰہ الربا و یربی الصدقات" (اللّٰہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے)۔

سورہ بقرہ کی یہ آیت بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ ایک طرف تو ریاضی دانوں اور اعداد و شمار کے ماہرین کو حیرت میں ڈال دیا اور ان کے نظریات کو یکسر باطل قرار دیا اور دوسری طرف یہی آیت مسلمانوں میں دینی جذبات پیدا کرتی ہے اور انہیں سعادت و اطمینان کی دولت سے نوازتی ہے۔

لغوی اعتبار سے محق کے معنی کم ہونا، ختم کرنا اور مٹا دینا ہے "محق اللّٰہ العمل" کا مطلب ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اس کام کی برکت کو ختم کر دیا، یا اس کو بےکار و بے سود کر دیا۔ اور ربا کے معنی لغوی نمو اور افزائش کے ہیں۔ ربی المال یعنی مال بڑھ گیا، زیادہ ہو گیا۔

شرعی اعتبار سے "ربا" ہر اس اضافے کو کہتے ہیں جو بلا عوض دو معاملہ کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لئے مشروط ہو، اور علم اقتصاد میں ربا اس زیادتی کو کہتے ہیں جو قرضدار قرضخواہ کو علاوہ مال مقروض کے بعض شرائط کی بنا پر ادا کرے، یربی الصدقات کی تشریح یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ اس مال کی مقدار میں برکت و زیادتی پیدا فرماتے ہیں جس میں سے صاحب مال بطور صدقہ خرچ کرتا ہے۔ صدقات، صدقہ کی جمع ہے اور صدقہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو ثواب کی نیت سے دی جاوے اور اس سے عزت و جاہ طلبی مقصود نہ ہو،

لیکن عدد کی وہ منطق جس پر علمائے ریاضی یا ان کے علاوہ جن لوگوں کا اعتماد و یقین ہے اس آیت کریمہ کے سامنے موجب حیرت بن جاتی ہے۔

عددی منطق اور حساب و کتاب کرنے کا آلہ (کمپیوٹر) اس طرح حساب لگاتا ہے کہ ۔۔۔۔ اگر کوئی شخص مثلاً ایک ہزار پونڈ کا مالک ہو پھر وہ اس رقم کو کسی دوسرے کو دیدے یا ایسے بنک میں جمع کر دے جہاں سے اسے سالانہ فی صدہ پونڈ سود ملتا ہے تو اس کو ایک ہزار پونڈ پر ہر سال ۵۰ پونڈ سودی رقم ملے گی، اس طرح اس کی وہ رقم جو صرف ایک ہزار تھی اب بڑھ کر ایک ہزار ۵۰ پونڈ ہو جائے گی۔ دوسری صورت میں اگر اسی مقدار کی رقم کا مالک کوئی مسلمان ہو اور وہ ہر سال چالیسویں حصہ کے اعتبار سے ۲½ فیصد زکوٰۃ نکالتا ہے۔ اس طرح ہر سال اپنی رقم ایک ہزار پونڈ سے ۲۵ پونڈ زکوٰۃ میں نکالے گا تو اس کی وہ رقم جس کی مقدار ایک ہزار تھی سال بھر کے بعد ۹ سو ۷۵ پونڈ رہ جائے گی اور اگر زکوٰۃ کے ساتھ ہی شخص صدقہ کے طور پر بھی مثلاً ۷۵ پونڈ نکال دے تو اب اس کی رقم صرف نو سو پونڈ بچے گی حالانکہ وہ اس سے پہلے ۱۰۰۰ پونڈ تھی۔

لیکن اللّٰہ تعالیٰ کا یہ ارشاد یمحق اللّٰہ الربا و یربی الصدقات، عددی منطق، علمائے ریاضی کے فلسفے اور حساب کرنے والے آلات کے نتائج کو جھٹلا دیتا ہے اور تلخ حقائق بھی ان چیزوں کی تکذیب کرتے ہیں، ہر وہ شخص جسے زندگی کے بارے میں کچھ تجربہ ہے، وہ بہت سے ایسے واقعات بیان کرسکتا ہے جو ان سارے اعداد و شمار کو باطل قرار دینے کے لئے کافی ہوں گے، کیونکہ یہ تجربے اور حقائق صرف مسلمانوں ہی کے نقطہ نظر سے نہیں ہے بلکہ غیر مسلموں کے نزدیک بھی مسلم ہے حتی کہ انفرادی و اجتماعی اور قومی و عالمی پیمانے پر بھی اس کا اعتراف ہے۔

جو شخص مال حرام کا عادی ہوتا ہے اور حرام چیزیں اس کی خوراک بنتی رہتی ہیں تو یقیناً اللّٰہ تعالیٰ اسے دنیا ہی میں مال و اولاد کے فتنے یا صحت و عقل کی خرابی میں مبتلا کر دیتے ہیں، اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ حرام کی عادت صرف سود ہی میں منحصر ہو کر نہیں رہ جاتی بلکہ تجاوز کرکے ہر اس صورت کی خوگر ہو جاتی ہے جس سے مال حرام حاصل کیا جاسکتا ہو، خواہ رشوت و دھوکہ و فریب کی صورت سے ہو یا ذخیرہ اندوزی و نفع خوری سے ہو یا ناجائز خرید و فروخت اور جوئے کے ذریعے ہو یا بغیر اجرت کام اور بلاعوض چیز لینے کی صورت میں ہو یا اس کے علاوہ اور دوسرے طریقوں سے ہو۔

مال حرام کے عادی اور اس کے پسند کرنے والوں کے واقعات پیش کرنا چاہوں تو کافی تفصیل درکار ہوگی۔ یہاں چند واقعات پر اکتفا کرتا ہوں۔

میں ایک ایسے تاجر کو جانتا ہوں جس نے چند سال سودی کاروبار کیا اور خوب مالدار ہو گیا۔

یہ سود خور تاجر گائے بکریوں کے تاجروں کو روپے قرض دیا کرتا تھا، اتفاق سے موصل کے علاقہ میں ۱۹۳۰ء میں بے انتہا برف باری ہوئی جس کی وجہ سے ساری گائیں بکریاں ختم ہو گئیں، سارے تاجر مفلس ہو گئے، سودی معاملہ کرنے والے شخص سے جس نے ایک بڑی رقم قرض لے کر سود پر ان تاجروں کو قرض دیا تھا، مطالبے شروع ہوئے جس کی ادائیگی سے وہ قاصر رہا، عدالت نے اسے دیوالیہ قرار دیا۔ تاجر یہ صدمہ برداشت نہ کرسکنے کی وجہ سے فالج کا اثر ہو گیا، اب وہ خانہ نشین تھا، اس کی عیادت کو کوئی جاتا نہ کوئی اس کی خیریت پوچھتا۔ کچھ ہی دن بعد نوبت فاقہ کی نوبت آگئی، اس نے اپنے بعض رشتہ داروں سے مدد چاہی لیکن نہ کسی رشتہ دار نے اسے پوچھا اور نہ کسی دوست نے مدد کی حتی کہ وہ مرگیا۔

اس کے جنازے کیساتھ صرف اس کے لڑکے تھے اور وہ لوگ تھے جنھیں ان لوگوں نے جنازہ اٹھانے کے لئے کرایہ پر بلایا تھا۔

جنازہ ایک مسجد میں لے گئے تو امام نے نماز پڑھانے سے انکار کر دیا۔

اسی طرح ایک اور شخص کو جانتا ہوں جو سودی کاروبار کرتا تھا اس کے دو لڑکے تھے ایک ڈوب کر مرگیا اور دوسرے نے خودکشی کر لی۔ باپ اس صدمے کی تاب نہ لاسکا اور چند ہی دنوں میں مرگیا، اب اس کی دولت کے وارث اس کے دور کے رشتہ دار ہو گئے جنھوں نے اس مال کو اللّٰہ کی نافرمانی میں جا بجا خوب صرف کیا۔

اسی طرح ایک اور شخص تھا وہ سود خوری کی وجہ سے پاگل ہو گیا اور اپنی اولاد و بیوی کے لئے مصیبت بن گیا۔ اس کے لڑکے اسے مارتے پیٹتے اور بیوی ہر دم یہی بد دعا کرتی کہ کسی طرح یہ مر جائے۔

اسی طرح ایک یوری پارٹی تھی جن کے درمیان شیطان نے ایک مختصر مدت کے لئے اتفاق و اتحاد پیدا کر دیا سب نے ملکر ایک سودی بنک قائم کیا، پھر اس میں پھوٹ پڑ گئی ان میں سے ایک گاڑی کی زد میں آکر مرگیا، دوسرا مرض سل میں مبتلا ہو گیا، اور بقیہ بھی اسی طرح ختم ہو گئے، ان کی اولاد کا بھی برا حال ہوا کوئی عقل سے عاری تو کوئی مجرم عادی اور کوئی شرابی و جواری، سب کے سب پورے معاشرے کے لئے مصیبت اور بوجھ بن کر رہ گئے۔

سود خوروں کے ظاہری حالات سے ہرگز متاثر نہیں ہونا چاہئے، ان میں سے اکثر یا تو کسی نہ کسی قسم کے جسمانی مریض ہوتے ہیں یا نفسیاتی و دماغی الجھنوں کا شکار رہتے ہیں۔ یا کوئی ایسا روگ لگا ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان کی راحت حرام اور جینا دشوار ہوتا ہے۔ جو قوم بھی سودی معاملات کرتی ہے اللّٰہ تعالیٰ اس پر سے برکت اٹھا لیتا ہے۔

اس زمانے میں انتشار و بے چینی عام ہے، نفسیاتی امراض پھیل گئے ہیں، یکجہتی و اتحاد کا شیرازہ پارہ پارہ ہو چکا ہے، فحش و منکر اور ضلالت و بے دینی کا عام چلن ہے، اعتماد کی جگہ شک و شبہ نے لی، ہر شخص کو بس اپنی فکر دامن گیر ہے۔ ایسے میں شقاوت و بدبختی ملت و فرد کو بالکل برباد کر دیتی ہے جس کا اصل سبب رزق حلال کا ناپید ہونا، اور حرام کا عام ہونا ہے۔

مجھے مسلسل ایسے لوگوں کی تلاش رہتی ہے جن کی روزی حلال ہو، میں جس شہر میں بھی جاتا ہوں وہاں کے صلحاء اور نیک لوگوں کے بارے میں ضرور پوچھتا ہوں، ان سے مل کر مجھے خوشی و مسرت محسوس ہوتی ہے اس طرح کے گشت کا نام میں نے "جولات روحیہ" (روحانی دورہ) رکھا ہے۔ برخلاف دنیوی اعتبار سے صاحب وجاہت و مرتبت لوگوں سے ملنے کا ارادہ بھی نہیں کرتا کیونکہ ان سے مل کر اپنے قلب میں بہت ہی انقباض اور تنگی محسوس کرتا ہوں۔

میں پوری سچائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ مجھے ان نیک لوگوں سے مل کر جن کی تعداد بہت کم ہے، بہت فرحت و انشراح اور قلبی سکون حاصل ہوتا ہے۔ میں ان کی نیکی کا اثر اپنے اندر محسوس کرنے لگتا ہوں جسے میں اپنے لئے بہت بڑا سرمایہ سمجھتا ہوں۔

اب میں ان لوگوں کے کچھ واقعات پیش کرتا ہوں جو کہ اصول ہی صدقہ و زکوٰۃ نکالنے اور سود و حرام سے پرہیز کی وجہ سے اللّٰہ تعالیٰ نے

برکت عطا فرمائی ہے،

شیخ محمد الرضوانی بہت بڑے بزرگ عالم تھے، زکوٰۃ پابندی سے نکالنے کے ساتھ اپنی دولت سے صدقہ کے طور پر اسی قدر خرچ کرتے تھے کہ جیسے انہیں فقر و غربت کا اندیشہ ہی نہ ہو، پہلی جنگ عظیم کے موقع پر جب کہ شہر موصل کو زبردست گرانی نے تباہ کر دیا تھا، وہ رات میں اپنی پیٹھ پر کھانے پینے کا سامان لادتے اور غریبوں کا دروازہ کھٹکھٹاتے، جب دروازہ کھلتا وہ سامان اندر ڈال کر رات کی تاریکی میں روپوش ہو جاتے۔

اسی طرح ایک اور بہت بڑے تاجر تھے ان کو اس قدر آمدنی ہوتی کہ اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا وہ فقراء و مساکین اور یتیموں و بیواؤں میں خوب بانٹا کرتے تھے جب ان کی وفات ہو گئی تو شہر موصل کے دو سو فقراء جن کی وہ کفالت کرتے تھے بے سہارا ہو گئے۔

خود مجھے بارہا ذاتی تجربہ ہوا کہ جب بھی میں نے اپنے محدود مال سے صدقہ نکالا ہے اس میں زیادتی ہوئی ہے اور مجھے جب بھی تنگ دستی کا احساس ہوا، اللہ تعالیٰ نے فوراً خوشحالی کے ایسے مواقع عطا فرمائے جن کا وہم و گمان بھی نہ تھا، بچپن سے میری یہ عادت رہی ہے کہ میں نے کسی سائل کو یا ایسے شخص کو جو مجھ سفارش کا طالب ہوا یا اپنے کسی کام میں میری مدد چاہی اسے واپس و محروم نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اللہ بندہ کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد و نصرت میں لگا رہتا ہے۔"

اپنے ساتھ پیش آنے والے ایک عجیب و غریب واقعہ کو میں آج تک نہیں بھول سکا، حالانکہ اس طرح کے بے شمار تجربے ایسے بھی ہوئے جو مجھے یاد نہیں رہے۔

۱۳۸۴ھ میں میں نے ادائے حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ کا قصد کیا، میرے ساتھ میری والدہ مرحومہ بھی تھیں، ظہر کی نماز مسجد نبوی میں ادا کرنے کے بعد اپنی ضعیف والدہ کے ساتھ آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ وہ ضعف کی وجہ سے جب چلتے چلتے رک جاتیں تو میں بھی کھڑا ہو جاتا، وہ میرا ہاتھ پکڑ کر سہارے سے چل رہی تھیں اور میں ادھر ادھر نظریں دوڑا رہا تھا کہ شاید کوئی شناسا نظر آ جائے، مسجد نبوی کے باب النساء کے مقابل سڑک پار کرنے کے بعد میں نے ادھیڑ عمر کے ایک مصری مرد اور عورت کو اپنے اپنے بیگ پر ٹیک لگائے فٹ پاتھ پر بیٹھے دیکھا، اگرچہ میں ان دونوں کو پہچانتا نہیں تھا، پھر بھی میرا دل ان کی طرف مائل ہوا

میں نے ان دونوں ہی کے لئے غیر شعوری طور پر اپنے دل میں محبت و مہربانی کا جذبہ پایا اس شخص کے چہرے پر وجاہت، تقویٰ اور ایمانداری کے آثار نمایاں تھے، میں نے ان دونوں کو سلام کیا، میری ماں نے بھی عورت کو سلام کیا، پھر میں نے دونوں کو کھانے کی دعوت دی، اس آدمی کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر دونوں اپنی جگہ سے اٹھنے لگے میں نے بھی ان کا سامان اٹھانے میں مدد کی اور لے جا کر ہوٹل میں اپنے کمرہ میں رکھ دیا، پھر سب نے ساتھ کھانا کھایا، کھانے کے دوران میں نے اندازہ لگایا کہ یہ مصری شخص مالدار لوگوں میں سے ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کا وہاں کپڑے کا ایک کارخانہ ہے، اور اس وقت اس کے پاس روپے ختم ہو گئے ہیں کیونکہ حاجیوں پر زر مبادلہ لے جانے کی مقدار میں پابندی ہوتی ہے جس سے ساری ضرورتیں بآسانی پوری نہیں ہوتیں۔ اس نے چند ہی گھنٹے قبل اپنے پاس بچا ہوا آخری سعودی ریال خرچ کر دیا تھا، اور پانچ دن کے بعد بذریعہ ہوائی جہاز اس کی روانگی متعین تھی۔ اس نے دوران گفتگو میں بتایا کہ اس نے اپنے اس چھوٹے ہوٹل کو جس میں اس کا قیام تھا آج ہی مجبوراً چھوڑا ہے کیونکہ اس کے پاس صرف اتنا روپیہ بچا تھا کہ کرایہ ادا کرنے کے بعد ناشتہ کے لئے کچھ بچ جاتا اس نے بتایا کہ میں نے اللہ سے دعا کی کہ میرے لئے کوئی تدبیر پیدا فرما دے، اور اپنی دعا کو ان الفاظ میں ختم کیا۔

"اللّٰھم ان کنت قد رددت فقیراً اقصدنی خائباً فردنی خائباً یا اکرم الاکرمین" (یعنی اے اللہ اگر میں نے اپنے پاس سائل بن کر آنے والے کسی محتاج کو نامراد واپس کیا ہو تو مجھے بھی ناکام لوٹا اے سب بخشوں سے بڑھ کر سخی)۔

پھر میں سو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سرکار نامدار سید المرسلین فرما رہے ہیں کہ "لا تحزن فسیجعل اللہ لک من امرک مخرجا" (یعنی گھبراؤ نہیں جلد ہی اللہ تم تمہارے لئے کوئی سہولت پیدا فرما دے گا۔

جب میری آنکھ کھلی تو اپنے منہ میں مٹھاس دل میں نور، اور طبیعت میں اطمینان پایا پھر جب میں نے تم کو اپنی طرف آتے دیکھا اور دیکھا کہ تم اپنی ماں کو سہارا دیئے ہوئے ہو اور اس کا جو حق ہے وہ ادا کر رہے ہو، تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید تمہارے ہی ہاتھوں میری مشکل آسان ہو گی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے سچ کر دکھایا!"

کھانے کے بعد سب لوگ کمرے واپس

گئے اور آپس میں بات چیت کرتے رہے اور میری والدہ بھی اس شخص کی بیوی سے گفتگو کرتی رہیں اور اس سے اس قدر مانوس ہو گئی تھیں گویا برسوں کی جان پہچان ہے۔

مجھے مدینہ منورہ سے عشاء کے تقریباً ایک گھنٹہ بعد ہوائی جہاز سے جدہ جانا تھا میں نے ان دونوں سے رخصت ہوتے ہوئے کہا کہ آپ کی طرف سے پانچ دن کے لئے ہوٹل کا کرایہ ادا کر دیا ہے، آپ بے فکر رہیں۔ اب یہ کمرہ گویا آپ کا کمرہ ہے۔ میرے پاس خرچ کے علاوہ بھی کافی رقم تھی لہٰذا میں نے کچھ پیش کرنا چاہا لیکن اس نے انکار کیا، آخرکار جب میں نے کہا کہ اچھا بطور قرض ہی لے لیجئے تو اس نے مجھے اپنا پتہ دیتے ہوئے قبول کر لیا، پھر مجھے کار تک رخصت کرنے آیا، میں دو گھنٹہ بعد جدہ پہونچ چکا تھا، وہاں سے بغداد جانے والے جہاز سے دو گھنٹہ بعد بغداد پہونچ گیا، پھر مجھے عراق میں رہنا ہوا وہاں زندگی کی طرح طرح کی مشغولیات نے اس واقعہ کو بھلا دیا، مجھے قاہرہ کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہوا، ایک مرتبہ وہاں ایک علمی کام کی وجہ سے پانچ سال رکنا ہوا، اور پھر ۱۳۹۲ھ میں عراق واپس آ گیا، اتفاق سے ۱۳۹۵ھ میں تین سال کے بعد پھر قاہرہ جانے کا اتفاق ہوا، وہاں میں گھر میں تنہا رہتا تھا، اور اب اپنے اندر ضعف محسوس کرنے لگا تھا، مجھے ۱۰ سال کے درمیان کئی قسم کی آزمائشوں سے گذرنا پڑا، ایک بہت بڑے عہدے کی پیشکش کی آزمائش دوچار ہوا تو خودداری کا ثبوت دیا۔ مال وغیرہ کی کثرت ہوئی بھی تو میں نے زہد و قناعت کا دامن نہیں چھوڑا، جب غربت ہوئی تو صبر کیا، صحت و دولت ملی تو تحمل و بردباری سے کام لیا، نیک و صالح بیوی کا انتقال ہوا تو بھی شکر و صبر سے غافل نہیں ہوا، قسم قسم کی پریشانیاں آئیں تو ثابت قدم رہا، آخر میں پریشان کر دینے والی تنہائی ملی تو بھی بے بسی نہیں ظاہر کی،

میرے لئے اب سوائے خدا کے اور کوئی سہارا نہیں تھا، مسجد میں نماز کے لئے آمد و رفت، وعظ و تقریر سننا، کتابیں خریدنا اور مطالعہ کرنا، دن رات کا مشغلہ تھا، رمضان کا مہینہ تھا، نو دن گذر چکے تھے میں گھر میں تنہا تھا، اس دن اتفاق سے مجھے بخار بھی تھا جس کی وجہ سے بستر پر پڑا ہوا تھا، میرا دل چاہ رہا تھا کہ ظہر یا عصر بعد باہر نکلوں اور کچھ افطار کے لئے خرید دوں لیکن کمزوری کی وجہ سے اتنا بھی نہ کر سکا حتیٰ کہ مغرب کا وقت ہو گیا، وقت افطار کے اعلان کے لئے توپ داغی گئی پھر مسجد

سے موذن کی اذان سنی تو کسی طرح بستر سے اٹھا قدم بوجھل ہو رہے تھے بمشکل تمام تھوڑا سا پانی پیا اور پھر تنہا ہی کمرے میں مغرب کی نماز ادا کی اور بستر پر دوبارہ لیٹ گیا۔ اس وقت مجھے دو چیزوں کا بہت شدت سے احساس ہو رہا تھا، ایک تنہائی، دوسرے بھوک، حالانکہ میرے پاس کافی روپے تھے، میں نے جی میں کہا لعنت ہو اس دولت پر اور ان لوگوں پر جو اس کے پیچھے مرے اور مٹے جاتے ہیں، کیا یہ دولت اس وقت میری تنہائی دور کر سکتی ہے؟ یا میری بھوک ختم کر سکتی ہے؟

رات کے وقت مجھ سے ملنے کے لئے شیخ سلیمان ربیع آئے، ان کی زبانی معلوم ہوا ازہر شریف کے شیخ عبد الحلیم محمود جمعہ کے دن اپنی مسجد میں آویں گے، نماز جمعہ کے بعد ایک نئے دینی ادارے کے قیام کے سلسلے میں لوگوں سے خطاب کریں گے اور انھیں اس سلسلے میں مدد کرنے کی ترغیب دیں گے۔

لہٰذا اس دن میں نے بھی شیخ الازہر کی مسجد کا رخ کیا، نماز سے فراغت کے بعد شیخ کی تقریر سننے لگا، تقریر ختم ہونے کے بعد چندہ شروع ہوا، لوگوں نے خوب دل کھول کر دیا، جب میری باری آئی تو میں نے صرف ۳۰ پونڈ بچا کر ساری دولت کو چندہ میں دے دیا۔ اب میرے پاس جو معمولی رقم بچی تھی اس سے بس چند ہی روز گذارہ ہو سکتا تھا، پھر میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے ایک دوست شیخ المبارک کے پاس جا کر بیٹھ گیا، میرا دل سکون و اطمینان سے معمور تھا، میں دلی مسرت محسوس کر رہا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھ سے ایک بہت بڑا بوجھ اٹھا لیا گیا ہے جس کے نیچے میں دبا ہوا تھا، میں شیخ المبارک کے پاس کچھ ہی دیر بیٹھا تھا کہ پیچھے سے دو ہاتھ بڑھے اور مجھ کو لپٹا لیا۔ پھر خوشی سے بے خود کسی شخص کے پے در پے بوسوں کی گرمی محسوس کی، میں حیرت سے مڑ کر دیکھوں کون ایسا شخص ہے جو اس قدر مجھ سے اظہار محبت کر رہا ہے، کیا دیکھتا ہوں کہ یہ تو وہی شخص ہے جس سے مدینہ منورہ میں ملاقات ہوئی تھی اور جس کی حسب استطاعت میں نے مدد کی تھی، اس واقعہ کو ہوئے پورے ۱۱ سال بیت چکے تھے وہ مجھے جوش محبت میں بار بار لپٹاتا اور کہتا "تم کہاں چلے گئے تھے میں نے تمہیں ہر جگہ ڈھونڈا" پھر اس نے ایک تھیلی جس میں پانچ سو مصری پونڈ تھے میری جیب میں بااصرار ڈال دی اور کہا لو اپنی امانت سنبھالو، میں اتنے دنوں کے بعد آج واپس کر رہا ہوں، میں نے بہت کوشش

کی کہ تھیلی اسے واپس کر دوں، لیکن اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا، میں اس کا محتاج نہیں خدا کے فضل سے بہت مالدار ہوں۔

مدینہ منورہ میں اس شخص کی مدد کرتے وقت میں نے نیت کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے مجھے قیامت میں دے جب کہ نہ اولاد کام آوے گی اور نہ مال و دولت ہی کچھ سہارا بن سکیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو کوئی ٹال نہیں سکتا، اس وقت مجھے سمجھ میں آیا کہ آخر میں نے اپنی ساری دولت کس جذبہ سے چندہ میں دے ڈالی اور اپنے لئے سوائے ایک معمولی رقم کے کچھ بھی نہ بچایا، جو میرے صرف چند ہی دن کام آ سکتی تھی، میں نے سنا وہ شخص آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا کہ خدا کا شکر ہے کہ آج میں نے اپنے محسن کو یہاں پا لیا ورنہ شاید ہی کبھی پا سکتا۔ اس نے میرے بارے میں ہر شخص سے پوچھا، لیکن چونکہ وہ میرے والد یا گھر والوں کا نام پتہ نہیں جانتا تھا اس لئے کوئی اس کی رہنمائی نہیں کر سکا، میرا پتہ پوچھنے پر ہر شخص اسے یہی جواب دیتا کہ اس کے والد یا دوسرے گھر والوں کے نام بتاؤ تو کچھ پتہ چلے گا، اس نام کے آدمی تو عراق میں سیکڑوں ہوں گے۔

اس شخص کا پہلا اتفاق تھا کہ اس نے اس مسجد میں نماز جمعہ ادا کی، اس کا تو اپنے محلۃ الجمعۃ الکبری" میں واقع مسجد ہی میں نماز پڑھنے کا معمول تھا، اور جب اسے قاہرہ آنا ہوتا تو وہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے نام سے موسوم مسجد میں پڑھا کرتا تھا اس مرتبہ قاہرہ آنے کے وقت بھی اس کا ارادہ یہی تھا کہ وہ نماز جمعہ مسجد سیدنا حسینؓ میں پڑھے گا لیکن راستے میں اس کی کار خراب ہو گئی، اپنے ڈرائیور کو اس کی درستگی کے لئے بھیجا اور خود انتظار کرنے لگا، حتیٰ کہ نماز کا وقت ہو گیا بالآخر وہ اس مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے چلا آیا اور پھر مجھ سے ملاقات ہو گئی۔

اس واقعہ کو میں محض اتفاق پر ہرگز نہیں محمول کر سکتا، بلکہ مجھے اس کا کامل اعتقاد ہے کہ ہر چیز اللہ ہی کے کرنے سے ہوتی ہے۔ یہ میرا تجربہ تھا جسے بیان کیا ہے۔ اس طرح نہ جانے کتنے انفرادی و اجتماعی واقعات و تجربات ہوں گے، لیکن میری آنکھ پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ ایسے لوگوں کی تعداد جو صدقہ و زکوٰۃ کے پابند اور مال حرام سے بچتے ہیں، بہت ہی معمولی ہے، حتیٰ کہ انہیں انگلیوں پر شمار کرنا کوئی مشکل نہ ہو گا، تو اس طرح کی جماعتیں اور حکومتیں کہاں پائی جا سکتی ہیں، اور سچ تو یہ ہے کہ اس آیت ربانی پر عمل پیرا وہی ہو سکتے ہیں جنھیں خدا توفیق بخشے، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بقیہ ص ۱۱

میں بھی ہماری رہنمائی کرے گا۔ یاد رکھئے آپ کا وجود وثنیت و الحاد کے اس تاریک جزیرے میں شمع فروزاں ہے یا کسی ویرانہ میں گل لالہ کی طرح ہے۔ آپ موجودہ امت کی رہنمائی و رہبری کے امین و ضامن ہیں لہٰذا آپ پر فرض ہے کہ خدا کے راستہ میں آپ اپنے سب سے قیمتی سرمایہ کو لگا دیجئے! اللہ عز و جل نے فرمایا ہے "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون" (ہرگز ہرگز تم نیکی حاصل نہیں کر سکتے یہاں تک کہ (اس کے حصول) میں اپنی محبوب کو صرف نہ کر دو)۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو خدا آپ کے ساتھ ہے، وہ آپ کا کفیل اور بقا کا ضامن ہے۔

جمعہ کے روز منکی میں:

دوسرے دن جمعہ تھا۔ جمعہ کی نماز منکی کی جامع مسجد میں ادا کرنی تھی اور نماز کے بعد شیخ کی آخری تقریر ہونے والی تھی۔ اطراف و اکناف سے ایک بڑی تعداد شیخ کے پیچھے نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے پروانوں کی طرح کھنچی چلی آ رہی تھی۔ نماز بعد شیخ کی تقریر ہوئی جو نہایت رقت انگیز، دلپذیر اور ایمان افروز تھی۔ اس تقریر میں شیخ نے خالق و مخلوق کے رشتہ کی تفصیل سے وضاحت کی۔ حاضرین نے سکون و توجہ کے ساتھ تقریر سنی۔ تقریر ختم ہوئی اور عصر بعد ہم سب شیخ سے مل کر جامعہ اسلامیہ واپس آئے۔

مدیر "تعمیر حیات" کا سفر پاکستان

مدیر تعمیر حیات مولانا اسحٰق جلیس ندوی ۲۵ جون ۷۸ء کو براہ لاہور کراچی تشریف لے جائیں گے واپسی ایک ماہ بعد متوقع ہے۔ دفتری امور کے سلسلے میں خط و کتابت منیجر "تعمیر حیات" کے نام سے کی جائے۔

منیجر

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موجِ تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

سید بابر حسین ندوی

علامہ اقبال نے حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کے موقع پر جن افکار و خیالات اور جذبات کا نظم میں اظہار کیا تھا یہ شعر اس کا مقطع ہے۔ یہ نظم توحید کی اسرار نہاں توحید کی کرشمہ سازیاں اور توحید کے کارناموں کے گرد گردش کر رہی ہے۔ اس میں اقبالؒ نے مشرق و مغرب سے شکایت بھی کی ہے ؎

بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے   یہاں ساقی نہیں پیدا وہاں بے ذوق ہے صہبا

اور شیخ حرم کی ضمیر فروشی کو بھی بڑے تلخ و تند لہجہ میں ذکر کیا ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ مغرب کے میخانے صرف "لا" کا درس دیتے ہیں وہ خدائی طاقت سے لے کر ہر طاقت کی نفی کرتے ہیں لیکن یہی نفی کا رویہ اور توحید کے عقیدے کا انکار ان کی تباہی و بربادی اور زوال کا اعلان کر رہا ہے۔

اقبالؒ کا کہنا ہے کہ ساقی کا ہاتھ پیمانہ "الا" سے خالی ہے۔ حالانکہ اسی میں وہ موجزن دریا پوشیدہ ہے جس کی تیز و تند اور طوفانی موجوں کے آگے بڑے بڑے آہنی قلعے آسمان سے ٹکرانے والے سنگین پہاڑ اور پوری کی پوری سلطنتیں خس و خاشاک کے مانند بہہ جاتی ہیں۔

یہی وہ توحید کا عقیدہ ہے جو "لا الہ" سے شروع ہوتا ہے اور "الا اللہ" پر مکمل ہوتا ہے۔ خدائے واحد کی طاقت و جبروت کا اثبات ہی وہ طاقتور اور حیرت انگیز عقیدہ ہے جس کے سامنے قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں نے گھٹنے ٹیک دئے، روم و فارس کے جھنڈے سرنگوں ہو گئے یہی ایک کلمہ تھا جس نے بدر و احد یرموک و قادسیہ اور معرکۂ حطین فتح کیا۔ اسی کلمہ نے کفر کے اڈوں کو چکنا چور کیا، شرک کے نشیمن کو پاش پاش کیا۔ یہی ایک کلمہ تھا جس نے ایک عام آدمی میں زبردست خود اعتمادی، حیرت انگیز طاقت، بادشاہوں سے آنکھیں ملانے اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کا سودا پیدا کر دیا۔

میں سچ کہتا ہوں یہ عقیدۂ توحید ایک بلاخیز ہیجانی اور طوفانی موجوں والا دریا تھا جس کے تیز و تند سیلاب کو نہ سد سکندری روک سکتا تھا اور نہ جس کے آگے دنیا کی کوئی طاقت یا حکومت ٹھہر سکتی تھی وہ غلبہ کا نشان تھا اور فتحمندی کی علامت وہ کامیابی اور کامرانی کا جھنڈا جو کبھی سرنگوں ہوا اور نہ کبھی سرنگوں ہو گا۔

اسی توحید نے علمبرداروں کو شان و شکوہ، فقر و درویشی، غیرت و خودداری اور خودی و خود اعتمادی کا درس دیا۔ توحید کے اسی دریا سے وہ گوہر آبدار پیدا ہوئے جنھوں نے امتوں اور قوموں کی ان نازک و دشوار گھڑیوں میں رہنمائی کی جب کہ پوری کی پوری قوم گمراہی کے دہانہ پہ کھڑی تھی۔ جہاد اسلامی کی وہ حیرت افزا سرگذشتیں جن کو سن کر آج بھی مومن کے دل میں ایک جذبۂ جہاد اور آتش شوق بھڑک اٹھتی ہے اسی عقیدۂ توحید کی یادگاریں جس نے ہر معرکہ میں غلبہ و فتحمندی حاصل کی اور زندگی کے کارزار میں کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھا۔

علامہ اقبال نے توحید کو ایک موجزن دریا سے تشبیہ دی ہے جس میں جمود و ٹھہراؤ نہیں بلکہ وہ پیہم رواں دواں اور مسلسل زندگی قوت و جوش اور آگے بڑھنے کا ایک اٹوٹ علامت ہے وہ مرد مومن جس نے توحید کا کلمہ پڑھ لیا خدا کو ایک مان لیا اور پیغام خداوندی کے بار گراں کو اپنے سر پر اٹھا لیا اب اس کے لئے جمود و ٹھہراؤ اور آنکھیں بند کر لینے گوشہ گیر ہو جانے کا سوال نہیں بلکہ اس کی زندگی حرکت و عمل بیقراری، اضطراب اور سیمابی کیفیت کا نام ہے۔ ایسی اضطرابی کیفیت جو جوش و جذبات، قوت و عمل کی ان طاقتور لہروں اور عظیم موجوں کو جنم دیتی ہیں جو ہر زمانہ کی طاغوتی قوتوں، دجالی فتنوں، یاجوجی ماجوجی شرانگیزیوں اور ہر دور میں ابھرنے والے فلسفیوں، نظریوں کی طرف سے دئے جانے والے چیلنجوں کا نہ صرف مقابلہ کرتی ہیں بلکہ ان کو شکست و نامرادی کے غار میں دھکیل دیتی ہیں۔ یوں للکارتے ہوئے کہ "اینقص الدین وانا حی"، وہ ناساعد حالات اور دشوار گذار گھاٹیوں سے بے پرواہ ہو کر ہر فتنہ کا سر کچلتی ہیں اور باطل کو تہ تیغ کر دیتی ہیں۔ ان کو اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک کہ ہر سرکش کو خدا کی طاقت اور حکم کے سامنے زیر نہ کر دے اور دنیا اس کے ماننے پر مجبور ہو جائے کہ خدا سب سے بڑا ہے اور اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

وقت کی آواز

ابو محمد امام الدین رام نگری

٦-۷-۸ رمئی ۱۹۷۸ء کو لکھنؤ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور کل ہند مسلم مجلس مشاورت کا اجلاس ہوا، اس موقع پر دار العلوم ندوۃ العلماء میں زعمائے ملت کے اعزاز میں استقبالیہ تھا، اس جلسے میں حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نے جو خطاب فرمایا وہ ۱۰ اور ۲۵ رمئی کے تعمیر حیات میں شائع ہوا ہے مولانائے ممدوح نے غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کی ضرورت واضح کرتے ہوئے اور اس پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ:-

"مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ میں یہ بڑی کوتاہی ہوئی کہ ہم نے غیر مسلموں تک اسلام کی دعوت صحیح طور پر نہیں پہنچائی، اسلامی زندگی کا صحیح نمونہ برادرانِ وطن کے سامنے پیش نہیں کیا۔ خدا کے سامنے ہمارا محاسبہ ہوگا۔ اس امت سے ضرور محاسبہ ہوگا کہ اپنے ساتھ رہنے والوں تک تم نے اسلام کا پیغام نہیں پہونچایا، اس کے لئے یہ میدان آج بھی منتظر ہے۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کے لئے فضا سازگار نہیں ہے عناد اور تعصب پایا جاتا ہے غیر مسلموں نے یہ طے کر لیا ہے کہ وہ اسلام کا پیغام نہیں سنیں گے۔ لیکن میں فارسی کے شاعر کے اس شعر کو دہراتا ہوں ؎

ہمہ آہوانِ صحرا سر خود نہادہ برکف
بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

ہمارے اسلامی نقطۂ نظر، انسانی نقطۂ نظر اور ہمارے مسائل اور مستقبل کے لحاظ سے یہ ضروری ہو گیا ہے اور اب اس میں کسی تاخیر کی گنجائش نہیں کہ ہم اسلام کی دعوت اپنے غیر مسلم بھائیوں تک پہنچائیں اور اسلامی زندگی کا مظاہرہ کریں"۔

مولانا ندوی نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے پیام انسانیت کے سلسلے کے اپنے دورۂ پنجاب اور ہریانہ کی کیفیت بیان فرمائی ہے:-

"چندی گڑھ میں جلسہ ہوا۔ وہاں کے چیف کمشنر نے جلسے کی صدارت کی، ہزاروں کا مجمع تھا جن میں نوے فیصدی ہندو اور سکھ تھے تین مرتبہ بجلی فیل ہوئی ایک مرتبہ لاؤڈ اسپیکر خراب ہوا مگر ایک شخص بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹا۔ چیف کمشنر نے اپنی صدارتی تقریر میں اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں حیران ہوں، میرے پاس اس کی توجیہ نہیں کہ بجلی فیل ہونے کے باوجود لاؤڈ اسپیکر خراب ہونے پر وہ کون سی طاقت تھی جس نے لوگوں کو بٹھائے رکھا"۔

ہریانہ اور پنجاب میں غیر مسلم مولانا کو اپنے فارموں اور گھروں پر لے گئے، اور آپ نے وہاں اذان واقامت کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی۔

برادرانِ وطن میں اسلام کی اشاعت و دعوت کے لئے یہ کتنے حوصلہ افزا کوائف ہیں، ان حالات کے ہوتے ہوئے بھی اگر ہم اسلام کی اشاعت و دعوت میں کوتاہی کریں تو اس کے لئے ہمارے پاس کون سی وجہ جواز باقی رہ جاتی ہے؟

تعمیر حیات کے اسی شمارہ میں جناب مولانا عبد الملک صاحب جامعی مہاجر مکی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جسے انہوں نے جناب افتخار فریدی صاحب مراد آبادی کے پاس مدینہ منورہ سے بھیجا تھا۔ مولانا جامعی لکھتے ہیں:-

"ابھی کل پرسوں ایک بڑے عالی قدر مقرر کو یہ بیان کرتے سنا، اس سے بڑی تکلیف ہوئی، فرمایا۔ آپ کسی معزز مہمان کو اپنے گھر لائیں اور گھر میں بھرا ہوا ہے ہر جگہ پیشاب، پاخانہ، ہر طرف کوڑا اور ہر طرف بدبو، ایسی حالت میں مہمان کیا کہے گا اس لئے پہلے اپنا گھر صاف کرنا چاہیے پھر لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینی چاہیے۔ گویا اشاعت اسلام کو موخر اور موجل کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ سب مسلمان پکے مسلمان بن جائیں، بہت عجیب منطق ہے جو آج تک چودہ سو سال میں کبھی سنی گئی نہ دیکھی گئی۔ میں پوچھتا ہوں مسلمانوں کی سو فیصد تعداد کب صالح اور متقی رہی ہے؟ حجاج کے زمانہ میں ہزاروں مومنین صادقین کو قتل کیا گیا۔ منصور اور سفاح کا فتنہ اٹھا معتصم کے زمانہ میں جب بقول مولانا ابو الکلام آزاد حنفیوں نے شافعیوں اور شیعوں نے سنیوں کی ضد میں آکر ہلاکو کو حملہ کی دعوت دی تھی، سو فیصد صالح معاشرہ تبلیغ و دعوت کے لئے شرط نہیں یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف نے ہر زمانہ میں غیروں تک تبلیغ اسلام کا کام کیا"۔

مولانا جامعی تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی اصحاب میں سے ہیں، انھیں یقیناً علم ہوگا کہ حضرت بانی جماعت کے پیش نظر غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ واشاعت تھی موت نے اس کے لئے ان کو مہلت نہ دی، حضرت مولانا احتشام الحسن تو حضرت مولانا الیاسؒ کے تحریری رفیق کار تھے، وہ اپنے رسائل میں غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کی ضرورت و اہمیت کی تکرار کرتے رہے اور آخر میں انہوں نے یہ کام بھی کر دیا تھا لیکن موت نے اس کی مہلت نہ دی۔

علم سے تہی دست و دامن نا اہل و ناچیز راقم الحروف ۱۹۴۷ء یعنی ہندوستان کی آزادی کے بعد ہی سے اسی وادی میں سرگرداں ہے، ہندی لٹریچر کے ذریعہ غیر مسلموں میں اشاعتِ اسلام کر رہا ہے اور اس کے برابر اچھے اثرات بھی ہو رہے ہیں۔ ناچیز راقم الحروف کے اس نظریہ سے علماء و اکابر، قائدین و زعماء کو اختلاف ہو یا اتفاق کہ **ہندوستان میں اسلام اور ملت اسلامیہ کے تحفظ و بقا کا انحصار غیر مسلموں میں اشاعت اسلام پر۔ نیز ان کے ذہنوں کو غلط فہمیوں سے پاک صاف کر کے اسلام کے حق میں ہموار کرنے اور ان کو اسلام سے قریب لانے پر ہے،** اگر یہ نہ ہو سکا، ہم گھر کے کوڑا کرکٹ صاف کرنے میں ہی لگے رہے تو یہ گندگی قیامت تک صاف ہونے کی نہیں، ہمارے علماء و اکابر اور قائدین و زعماء جس ماحول اور جس فضا میں رہتے ہیں وہ ماحول و فضا خیر مقدم، استقبالیہ جلسوں اور اجتماعات کا ہے:

وہ کیسے سمجھ سکتے ہیں کہ مسلمان کس تیزی سے اسلام سے دور اور نا آشنا ہوتے جا رہے ہیں اور ملک کے مخالف اسلام سیلاب میں بہے چلے جا رہے ہیں، لاکھوں جدید تعلیم یافتہ اردو نہیں جانتے، ملک کا سیاسی ماحول نہایت ڈانواں ڈول اور غیر یقینی ہے۔ کتنے انقلابات سر اٹھا رہے ہیں اور کتنے زیر زمین سر اٹھانے کے لئے کروٹ بدل رہے ہیں، اگر خدانخواستہ کوئی انقلاب روس، چین یا اندلس کے جیسا ابل پڑا تو ہماری ساری تنظیمیں اداریے جامعات غرقِ سیلاب ہو جائیں گے، کیا بل بوتہ ہے مسلمانوں میں اور ہمارے قائدین و زعماء میں کسی انقلاب سے ٹکرانے کا جب کہ وہ اپنے خلاف ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات کی ہلاکتوں اور تباہیوں سے محفوظ رہنے پر قادر ہیں اور نہ ان کے سدباب کے لئے کسی چھوٹے موٹے قسم کے اقدام کرنے پر۔ اردو زبان کے لئے وطن کی اور مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے کردار کی بحالی کی بھیک مانگ رہے ہیں اور نہیں مل رہی ہے۔ اگر کسی دن پرسنل لا سیکولر بنانے کا فیصلہ ہو گیا تو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ بھی ماتم و شیون کے علاوہ اور کیا کرے گا؟ سنبھل کے فساد نے مولانا ندوی کو ہلا دیا لیکن ملک کے قائدین و زعماء نے فسادات کے مسئلے پر نہ غور کیا اور نہ کوئی عملی فیصلہ کیا۔

موجودہ دور جمہوریت اپنی تمام تر خرابیوں کے باوجود بساغنیمت ہے اس کے خلاف کوئی انقلاب رونما ہوا تو وہ مسلمانوں کے لئے مزید مشکلات و مصائب کا باعث ہوگا۔ ضرورت ہے کہ اس مہلت سے پورا فائدہ اٹھایا جائے اور زیادہ سے زیادہ اہل وطن تک اسلام کا پیغام پہنچانے کی کوشش کی جائے، ہمیں یقین رکھنا چاہیے کہ لاکھوں نہیں کروڑوں کان اسلام کا پیغام سننے کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔

مسلم پرسنل لا کی اہمیت کیا ہے؟

اور

پرسنل لا بورڈ کن مقاصد کے لئے سرگرم عمل ہے؟

از: محمد الحسنی ندوی — مدیر "البعث الاسلامی" دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

★

اسلام، صرف عبادات کے مجموعہ کا نام نہیں، وہ زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے، خاص طور پر معاشرتی و عائلی امور پر قرآن مجید اور حدیث شریف میں جس طرح زور دیا گیا ہے اور جس قدر تفصیل کے ساتھ ان کے مسائل بیان کئے گئے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی اسلام میں کیا اہمیت ہے، یہ وہی مسائل ہیں جنہیں **کو مسلم پرسنل لا یا محمڈن لا کے نام سے آجکل یاد کیا جاتا ہے،** مسلمانوں کی نگاہ میں ان کی بھی وہی اہمیت اور تقدس ہے جیسے دوسری عبادات کی۔ ان مسائل میں نکاح، طلاق، خلع، مہر، نفقہ، وراثت، ہبہ، وصیت اور وقف جیسے امور شامل ہیں، اور علوم دینیہ اور عربی سے معمولی واقفیت رکھنے والا شخص بھی قرآن کی تلاوت کے وقت محسوس کر سکتا ہے کہ ان باتوں کا ذکر جس درجہ تفصیل، اہتمام اور تاکید کے ساتھ کیا گیا ہے — اور اس سلسلہ میں واضح اور متعین ہدایات اور احکام دئے گئے ہیں، اس بنیاد پر جس طرح کسی شخص کو نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ کے سلسلہ میں کسی ترمیم یا تنسیخ اور تبدیلی کا حق نہیں، اسی طرح نکاح، طلاق، خلع اور وراثت وغیرہ کے مسئلوں میں کسی شخص یا ادارہ یا جماعت کو ترمیم و تنسیخ اور تغیر و تبدل کا حق نہیں۔

یہ اسلام کی صاف تعلیم اور مسلمانوں کا کھلا ہوا موقف ہے البتہ زمانہ کے تغیرات اور معاشرتی ضرورتوں اور ان احکام کے غلط استعمال یا ان کی بعض شقوں سے ناجائز فائدہ اٹھانے یا ان کی غلط ترجمانی کی وجہ سے جو الجھنیں، پریشانیاں اور واقعی مسائل پیدا ہوتے ہیں ان کے لئے ملت اسلامیہ کے علماء حق اور مستند فقہاء شریعت اسلامی کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے نئے سوالات اور ضرورتوں کو سامنے رکھ کر اس کا حل تلاش کرنے کے مجاز ہیں اور علماء کا فرض ہے کہ وہ ان مسائل میں برابر غور و خوض کرتے رہیں، اور جہاں تک ہو سکے ان میں سہولت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ **یہ علماء متفقہ طور پر جس بات کو طے کر لیں حکومت کو چاہیئے کہ مسلمانوں کے لئے اسی کی روشنی میں قانون وضع کرے۔** اور ان معاملات میں مداخلت نہ کرے۔

مسلم پرسنل لا بورڈ جو ۱۹۷۳ء میں وجود میں آیا دراصل ان ہی عظیم مقاصد کے لئے کوشاں ہے، اور اس نے اس بڑھتے ہوئے فتنے اور خطرناک صورت حال کا ابھی تک کامیابی سے مقابلہ کیا ہے، اس وقت بورڈ نے کامل اتفاق اور قطعیت کے ساتھ اس واضح اور واشگاف موقف کا اعلان کیا تھا کہ شریعت اسلامی کے احکام وحی الٰہی پر مبنی ہیں۔ ان میں نہ کوئی کمی ہے جسے پورا کرنے کی ضرورت ہے اور نہ زیادتی جسے کم کرنے کی حاجت پیش آئے۔

مسلم پرسنل لا مسلمانوں کے دین و مذہب کا جزو ہے اور کسی مسلمان کے لئے احکام شرع اسلامی سے گریز جائز نہیں۔ اور نہ وہ کسی ایسے فیصلہ کو کسی حال میں قبول کر سکتا ہے جو اللہ کے حلال کئے ہوئے کو حرام اور حرام کئے ہوئے کو حلال کر دے۔

یہ کنونشن اس امر پر بھی اپنے محکم فیصلہ کا اعلان کرتا ہے کہ پارلیمنٹ یا ریاستی مجالس قانون ساز کو شریعت اسلامی میں کسی ترمیم و تنسیخ کا حق حاصل نہیں — اور کون سے قوانین شرع اسلامی کے مطابق یا متعلق ہیں اور کون سے نہیں اس کے بارے میں ہر فرقہ اور مسلک کے مستند و معتمد علماء شریعت ہی کا فیصلہ آخری اور قطعی حیثیت رکھتا ہے۔ شخصی اور عائلی قوانین امت کے تشخص، اس کی امتیازی حیثیت اور اس کی تہذیبی، ثقافتی خصوصیات کی ضامن ہیں اور کوئی مسلمان اپنی ملی انفرادیت، دینی امتیازات و ثقافتی خصوصیات سے کسی قیمت پر دستبردار نہیں ہو سکتا۔ کنونشن نے ٹھوس حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے اس فیصلہ کا اعلان کیا ہے کہ،

مسلمانوں کے شخصی اور عائلی قوانین جو دراصل ان کے دین و مذہب کا لازمی جزو ہیں۔ انھیں ختم کر کے ان کی جگہ یکساں سول کوڈ کا اجراء یا بالواسطہ قانون سازی کے ذریعہ مسلم پرسنل لا میں ترمیم یا متوازی قانون سازی کے ذریعہ اسے بے اثر بنانا انسانی حقوق کے بین الاقوامی منشور کے منافی، تہذیبی نسل کشی کے ہم معنی اور دستور ہند کے بنیادی حقوق کے معارض ہوگا اور اس طرح کے کسی بھی اقدام کا مطلب مسلمانوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے انحراف پر مجبور کرنا ہوگا جو کسی بھی مسلمان کے لئے کسی حال میں بھی قابل برداشت نہیں ہو سکتا۔

مسلم پرسنل لا مسلمانوں کے دین و مذہب کا جزو ہے اور کسی مسلمان کے لئے احکام شرع اسلامی سے گریز جائز نہیں اور نہ وہ کسی ایسے فیصلہ کو کسی حال میں قبول کر سکتا ہے جو اللہ کے حلال کئے ہوئے کو حرام اور حرام کئے ہوئے کو حلال کر دے۔

غزل

نشتر اکبر آبادی
پونہ

نامِ غریب جان کے فرہاد کر دیا
لوگوں نے کس سلیقہ سے برباد کر دیا
کس کی رہائی۔ داغ جدائی کا بن گئی
خاموشیوں کو مائلِ فریاد کر دیا
مدت ہوئی ہے اپنے سے مجھ کو جدا ہوئے
یہ تم نے کیا کیا مجھے آزاد کر دیا
طفلانِ شہر یار کا کس سے گلہ کریں
آبادیوں سے کاٹ کے برباد کر دیا
نامِ مسیح ہم سے ترے درد کو ملا
سینہ بہ سینہ درد کو ایجاد کر دیا

اہل وطن تک اسلام پہنچانے کے ذرائع ہیں، ایک زبان اور دوسرا لٹریچر۔ زبان سے دو طریقوں سے کام لیا جا سکتا ہے، ایک ملاقات کے ذریعہ بات چیت سے، یہ طریقہ خاص استعداد و صلاحیت چاہتا ہے اور اس کے لئے وقت چاہئے، دوسرا طریقہ جلسوں اور اجتماعات کا ہے، اس کے لئے بھی صاحب صلاحیت مقرر کی ضرورت ہے اور یہ طریقہ مصارف طلب بھی ہے، جلسے اور اجتماعات بھی خاص صورت میں کامیاب ہوتے ہیں جب مقرر کوئی اہم اور معروف شخصیت ہو، جب ہی سامعین کی اچھی حاضری ہوتی ہے۔

جناب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تحریک پیام انسانیت اشاعت اسلام کی ایک حکیمانہ صورت ہے، لیکن اس کے لئے ضرورت ہے تربیت یافتہ پارٹی اور افراد کی جو مولانا ندوی کے اسلوب میں تقریر کر سکتے ہوں، رہا اس کا اپنا موثر اور دل آویز اسلوب ہو، اس کے بغیر پیام انسانیت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ مولانا ندوی کی تقریروں کے مجموعوں "پیام انسانیت" اور "مقام انسانیت" کو نیز تحریک پیام انسانیت کے سلسلے میں جو تقریریں ہوئی ہیں ان کی تلخیص ہندی میں شائع کر دی جائے اور غیر مسلموں میں ان کی اشاعت کی جائے۔ مقررین کے لئے دورے کے وقت اور سفر کے مصارف کا سوال مزید براں ہے، آسان طریقہ لٹریچر کا ہے، لٹریچر سے کام لینے کے لئے کسی خاص صلاحیت کی ضرورت نہیں، ہر شخص اپنے پڑوسی، محلے، شہر کے جانے پہچانے آدمیوں کو اپنی استطاعت کے مطابق لٹریچر دے بھی سکتا ہے اور باری باری مطالعہ بھی کرا سکتا ہے۔ میں اپنے معاونین کو یہی طریقہ کار بتاتا ہوں اور کام کرنے کا مشورہ دیتا ہوں۔

المیہ یہ ہے کہ اشاعت اسلام کی ضرورت و اہمیت پر بلند بانگ تقریروں کے سوا کسی طبقے میں یہ کام ہو نہیں رہا ہے، ہم نے اپنے کو اسی کام کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ لیکن ہمیں کسی طبقے اور ادارے کا قلمی اور زبانی تعاون حاصل نہیں ہے، دوسرے تیسرے طبقے کے اللہ کے جو بندے ہماری اعانت کر دیتے ہیں یا ہمارا لٹریچر منگاتے ہیں وہی ہمارا وسیلہ کار ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے کہ اس ناسازگار حالت میں بھی آٹھ کتابوں کا ایک سیٹ تیار ہو گیا ہے، اگر علماء و اکابر اور مذہبی رہنما اور صحافی مسلمانوں کو ہمارا لٹریچر منگانے ہی کی طرف توجہ دلائیں تو موجودہ لٹریچر پر اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔

کامل چاپلی

شاعر سے خطاب

دوستو اب گل و بلبل کا ترانہ چھوڑ دو
حسن اور عشق کا رنگین فسانہ چھوڑ دو
زلف رخ سے سحر و شام بنانا چھوڑ دو
اس نئے دور میں انداز پرانا چھوڑ دو
شاعرو آج کی منزل ہے تمہاری کچھ اور

مے اُبلتی ہے جو شیشے سے اُبل جانے دو
واعظ و رندوں میں چلتی ہے تو چل جانے دو
شمع پہ جلتا ہے پروانہ تو جل جانے دو
وصل کی رات جو ڈھلتی ہے تو ڈھل جانے دو
شاعرو .. ..

طور پہ حضرت موسیٰ کو بھی تکلیف نہ دو
حسن یوسف کو نہ ارزاں سر بازار کرو
قیس دیوانہ ہے دیوانے کے پیچھے نہ پڑو
بارہا کہہ چکے جس بات کو اس کو نہ کہو
شاعرو .. ..

کاوشیں ہوتی ہیں موہوم محبت کے لئے
اور گم گشتگیٔ افکار میں شہرت کے لئے
اور شہرت بھی ہے مقصود تو دولت کے لئے
شاعری رہ گئی اب کسب معیشت کے لئے
شاعرو .. ..

حیف! تم بن گئے تصویر خیالی کے غلام
وقف کر بیٹھے حسینوں کے لئے اپنا کلام
کیوں تصور کی طرف کرتے ہو ناحق اقدام
غیر محرم کو تصور میں بھی لانا ہے حرام
شاعرو .. ..

نوک مژگاں کو بتاتے ہو کبھی تیر ہے یہ
کبھی ابرو کو بتاتے ہو کہ شمشیر ہے یہ
بت بے حس کو کبھی کہتے ہو دلگیر ہے یہ
خاک ڈالو رخ معشوق پہ اکسیر ہے یہ
شاعرو .. ..

تیر تو کھا چکے اب تیر چلانا سیکھو
جام تو پی چکے اب جام پلانا سیکھو
محفل حسن سے میدان میں آنا سیکھو
سہ چکے ظلم بہت ظلم مٹانا سیکھو
شاعرو .. ..

شعر ایسے ہوں جو پیری کو جوانی دیدیں
یعنی بجھتے ہوئے پانی کو روانی دیدیں
حشر تک کے لئے دنیا کو کہانی دیدیں
اور شمشیر زنگ آلود کو پانی دیدیں
شاعرو .. ..

ابو محمد امام الدین رام نگری

پتھروں کے شہر میں

اک چمن ایسا بنائیں پتھروں کے شہر میں
اپنی فنکاری دکھائیں پتھروں کے شہر میں
حال دل کس کو سنائیں پتھروں کے شہر میں
خیر مقدم کیا وہاں ہوگا ہمارا پھول سے
رہنے والے جس کے سب انسان ہوں پتھر ہوں
آدمی پتھر کے ہوں تو وہ بھی سنکر جاگ اٹھیں
لعل و گوہر کے خزائن جو ہمارے پاس ہیں
کوئی سبزہ ضرور ہوتا یا دیار رنگ و بو
پتھروں کی فیض بخشی کے بہت پرچار ہیں
آ، پتھر کو تراشیں۔ اس سے زنگار رنگ کے
ہم نے کتنے گیت لکھے ہیں محبت کے مگر

پتھروں میں گل کھلائیں پتھروں کے شہر میں
پتھروں کو جگمگائیں پتھروں کے شہر میں
پتھروں کی مار کھائیں پتھروں کے شہر میں
کیا تو قع لے کے جائیں پتھروں کے شہر میں
ایسی اک بستی بسائیں پتھروں کے شہر میں
اک صدا ایسی لگائیں پتھروں کے شہر میں
کیوں نہ ہم ان کو لٹائیں پتھروں کے شہر میں
اپنی محفل کیا سجائیں پتھروں کے شہر میں
ہم بھی قسمت آزمائیں پتھروں کے شہر میں
لعل اور گوہر بنائیں پتھروں کے شہر میں
کون ہے کس کو منائیں پتھروں کے شہر میں

اک صدائے واپسیں تو ہو ہی جائے گی بلند
نعرہ "یا ھو" لگائیں پتھروں کے شہر میں

"تعمیر حیات" میں اشتہار دے کر
اپنی تجارت کو
فروغ دیجئے

نارجیلستان میں نخلستانِ بطحا کا سماں
دیکھنا ہے گر ان آنکھوں سے تو مالابار چل

محمد خالد صدیقی ندوی غازیپوری، استاد جامعہ اسلامیہ بھٹکل

دوسری قسط

مولانا محمد فاروق صاحب ندوی بھٹکلی نے فرمایا۔۔۔ حدیث شریف میں آتا ہے ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب۔ (بیشک جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے اگر وہ درست ہو جائے تو پورا جسم صحت مند ہو جاتا ہے۔ اگر وہ بگڑ جائے تو پورے جسم میں فتور پیدا ہو جاتا ہے۔ کان کھول کر سن لو وہ دل ہے)۔

بھائیو! اس حدیث کی تشریح کی چنداں ضرورت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ بحیثیت دل ہیں اور دل ہی میں فساد کی تخم ریزی کی جاتی ہے، بس یہ بات آپ سے بار بار کہہ چکا ہوں آپ اپنی شب و روز کی مصروفیات پر غور کیجئے۔ معاشرے کی بگڑتی ہوئی حالت کو دیکھئے اور یہ جائزہ لیجئے کہ فساد کہاں سے اور کس طرح سے آ رہا ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں اور یہ بات میری نہیں ہے۔ حضرت مولانا علی میاں دامت فیوضہم نے اپنی دوربین نظروں سے حالات کا جائزہ لے کر عرب و عجم میں یہ بات کہی ہے۔ لوگو! فساد آ رہا ہے اور بڑی تیزی سے آ رہا ہے منٹوں اور سکنڈوں کے حساب سے آ رہا ہے۔ ریڈیو، ٹیلیوژن اور سینما کے ذریعہ ہر ہر فرد تک پہونچ رہا ہے۔ آپ اپنی حالت کو درست کیجئے ورنہ کشتی کی غرقابی کا خطرہ ہے۔ "ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم" ۔ (اللہ عزوجل کسی قوم کی حالت نہیں بدلتے یہاں تک کہ وہ قوم خود اپنی حالت بدل دے)۔

محترم سامعین! ابھی چند دن جو کشیدگی یہاں پیدا ہوئی اس کے کچھ اسباب ہیں۔ کوئی چیز بغیر سبب کے معرض وجود میں نہیں آتی، یہ دنیا دار الاسباب ہے اور سبب یہی ہے کہ ہمارا تعلق دین حق سے کمزور سے کمزور تر ہوتا جا رہا ہے۔ یہ موثر تقریر تھی۔

بھولا ہوا سبق: موصوف کی تقریر ختم ہوتے ہی مولوی عبدالعلیم صاحب قاسمی مائک پر آئے اور کہا۔ حضرات سامعین! آپ نے جو باتیں سنی ہیں۔ زندگی کے خد و خال کو درست کرنے کے لئے وہ کافی ہیں۔ لیکن میں اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے بھولا ہوا سبق آپ کے سامنے مختصر طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جس سبق کو حضرت مولانا علی میاں مدظلہ نے آج سے چند سال پہلے اسی بھٹکل میں ہمیں پڑھایا تھا۔ کاش کہ ہم اسے یاد رکھتے اور جز زندگی بنا لیتے، حضرت مولانا نے آپ ہی کو مخاطب کرکے ہمیں فرمایا تھا،

اے لوگو! بہت درد کے ساتھ مجھے یہ بات کہنی پڑ رہی ہے، میں نے یہ بات کالی کٹ میں کہی، برما میں کہی، میں رنگون ۱۹۶۰ء میں گیا تھا، میں جب کالی کٹ میں آیا اور آپ لوگوں سے ملا تو رنگون ہو کر آیا تھا، میں نے رنگون میں ان لوگوں سے کہا جو لوگ لکھ پتی تھے، دعوتیں کرتے تھے۔ استقبال کرتے تھے، ہم سے بڑی محبت کرتے تھے، میں نے دیکھا کہ ان میں روگ ہے، اس روگ کی نشاندہی کرتے ہوئے میں نے کہا "اگر تم نے دعوت کا کام نہ کیا، غیر مسلموں اور مقامی نسل کو اسلام کی دعوت نہ پہونچائی، راہ خدا میں نہ نکلے، اگر تم نے اپنے مال میں سے خدا کا حصہ نہ دیا، ملت کے مسائل، ملت کے مفاد کے لئے پیسہ نہ دیا اور صرف تجارت اور دولت کمانے میں لگے رہے تو یاد رکھو تمہاری دکانوں پر سیل پڑ جائے گی، تمہارے کارخانے ضبط کر لئے جائیں گے اور تمہارا تھوڑا تھوڑا گذارہ لگا دیا جائیگا اگر دین کی دعوت کے تقاضے پورے نہیں کئے تو تم پر عذاب مسلط ہوگا۔ آپ یقین مانئے میں قسم کھا کر کہتا ہوں میں بالکل بھول گیا تھا، جو کچھ وہاں کہہ کر آیا تھا، اب آیا وہ زمانہ کہ قومی اشتراکی حکومت قائم ہوئی، وہاں سے خط آتے تھے، ان خطوں میں لکھا ہوتا تھا مولانا آپ نے جو باتیں ارشاد فرمائی تھیں، ان کو سن کر بار بار پڑھ کر برما کے مسلمان روتے ہیں۔

میرے دوستو! میں بدشگونی نہیں کرتا، آپ کو اللہ حفاظت میں رکھے، آپ کے مال کی حفاظت فرمائے۔ آپ کو امن و امان میں رکھے لیکن یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے۔ یہ طریقہ بڑا ہی خطرناک ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں، "یا ایھا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ وانہ الیہ تحشرون، واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ واعلموا ان اللہ شدید العقاب"۔ (اے ایمان والو قبول کرو اللہ کی دعوت کو اور اس کی پکار کو جب وہ بلائے اس چیز کے لئے جو تم کو زندہ کر دے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ اور یاد رکھو اسی کی طرف تمہیں اکٹھا کیا جائے گا۔ اور بچو تم ایسے فتنہ سے جو تم میں ظالموں ہی کو لاحق نہ ہوگا اور یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔

لیکن ہماری حالت کیا ہے ؎

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

حضرت مولانا علی میاں کی بات موصوف نے بہت ہی موثر انداز میں پیش کیا۔ اس تقریر کے بعد شیخ مصری کی رقت انگیز و موثر دعا پر جلسہ ختم ہوا۔

جلسہ کے اختتام پر بھٹکل کے قاضی محمد احمد خطیبی صاحب کے یہاں چائے پی گئی۔

شیرالی میں جلسہ:

جمعرات کے دن جامعہ اسلامیہ کی مجلس شوریٰ کی میٹنگ تھی اس میں شیخ بھی مدعو تھے، ناشتہ سے فارغ ہو کر شیخ نیز مولانا فاروقی صاحب ندوی اور مولوی قاضی محمد شبیر صاحب قاسمی مجلس شوریٰ میں شرکت کی غرض سے تشریف لے گئے۔

شام کا کھانا شیرالی میں بادشاہ صاحب شیرالی اسٹورس کے یہاں تھا۔ عشاء بعد تقریر کا پروگرام بھی تھا۔ شیرالی ایک چھوٹی سی بستی بھٹکل سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر مغرب سمت ساحل پر واقع ہے بادشاہ صاحب بحمد اللہ لطیف طبیعت کے آدمی ہیں آپ کو حضرت مولانا علی میاں مدظلہ سے بڑا ہی لگاؤ و تعلق ہے۔ شرف بیعت بھی حاصل ہے۔ حضرت سے محبت و نسبت کا یہ عالم ہے کہ محلہ تک جانے والی سڑک کا نام بھی حضرت مولانا ہی کے نام پر حکومت سے منظور کرایا ہے۔ چنانچہ جب آپ منگلور بمبئی [illegible] سے بائیں طرف شیرالی کو مڑیں گے تو وہ بورڈ دکھائی دے گا جس پر کنڑا، اردو اور انگلش میں "مولانا علی میاں ندوی روڈ" درج ہے، اپنے گھر کا نام بھی انہوں نے علی میاں منزل رکھا ہے۔

شیرالی میں تقریر:

شیرالی کے باشندے سارے ہی مسلکاً حنفی ہیں۔ اس لئے عشاء کی نماز تھوڑی تاخیر سے ہوئی۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہم نماز کو گئے نماز کے بعد شیخ کی "شباب نشأ فی عبادۃ اللہ" کے موضوع پر ایک جامع اور بسیط تقریر ہوئی ترجمہ راقم الحروف نے کیا۔ آپ نے فرمایا کہ، ہم اس وقت تک خدا کی رضا حاصل نہیں کر سکتے جب تک ہماری پوری زندگی خدا کی مرضیات کے تابع نہ ہو۔ ہمارا اٹھنا بیٹھنا سونا، کھانا پینا، الغرض اگر ہماری ہر ضرورت اور اس کی تکمیل خدا کے منشا کی ترجمان ہو جائے تو پھر خدا ہمارا ہر جگہ محافظ ہے۔ وہ مشکل (باقی ص)